جامعہ دارالتقویٰ لاہور کا ترجمان

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

شوال/ذی القعدہ ۱۴۳۹ھ جولائی 2018ء

خوش آمدید طلبہ عزیز

موافقاتِ عمر رضی اللہ عنہ

ارباب مدارس کی خدمت میں چند گزارشات

تعصب ناسور سے بھی بدتر ہے

Ghani

Pakistan's No. 1 Glass Brand

GHANI CLEAR

GHANI GREEN

GHANI BROWN

GHANI REFLECTIVE

GHANI TEMPERED

GHANI GREY

GHANI MIRROR

GHANI DOUBLE GLAZED

CONSUMER Demand AWARD 2013-2014 2015-2016

BRAND SCIENTIST AWARDS 2014

Brands of the year Award IT'S ALL ABOUT CHAMPIONS 2013-14-15-16

NFEH's Corporate Social Responsibility Awards 2016

WHO'S WHO PROFESSIONALS AWARD Recognition of Achievement

Ghani Glass Limited

LEADERS IN GLASS

www.ghaniglass.com UAN: 111-949-949

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ

دارالتقویٰ

لاہور

شوال/ذی القعدہ ۱۴۳۹ھ جولائی 2018ء

جلد نمبر 7 شمارہ نمبر 10

مدیر

حضرت مولانا اویس احمد صاحب

مدیر مسئول مولانا عبدالودود ربانی

مجلس ادارت

مفتی محمد اسامہ

مولانا ذوالکفل

زیر سرپرستی

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہ

حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

مجلس مشاورت

حضرت مولانا عثمان صاحب

حضرت مولانا عامر رشید صاحب

حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب

اس دائرے میں سرخ نشان

مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

فی شمارہ: ۳۰ روپے

سالانہ بدل خرچ: ۳۵۰ روپے

سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر منی آرڈر کریں

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ

متصل جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور

فون نمبر: 042-35967905

0321-7771130

Email Address

monthlydarultaqwa@gmail.com

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

مقام اشاعت: متصل جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور

فہرست

حرف اولیں	مدیر	5
درس قرآن	مفتی محمد شفیع عثمانیؒ	11
درس حدیث	مولانا نعیم الدین صاحب	16

☆☆☆ مقالات ومضامین ☆☆☆

موافقاتِ عمر رضی اللہ عنہ	مولانا محمد عثمان مدظلہ	20
اربابِ مدارس کی خدمت میں چند گزارشات	مولانا شاہ اجمل فاروق ندوی	27
دینی مدارس اور علماء کا کردار	مولانا سعید احمد جلال پوری شہید	31
تعصب ناسور سے بھی بدتر ہے	مفتی محمد شاہد بجنور	46
آپ کے مسائل کا حل	دارالافتاء والتحقیق	57
اعمالِ قرآنی	حضرت حکیم الامتؒ	61
علماء دیوبند کی علمی خدمات	پروفیسر عبدالمتین	62
جامعہ کے شب وروز	عبدالودود ربانی	65

حرف اولیں

خوش آمدید طلبۂ عزیز!

مدارس العربیہ پاکستان تقریباً ڈھائی ماہ کی تعطیلات کے بعد دوبارہ کھل چکے ہیں۔ دینی مدارس کا تعلیمی سال شوال سے شروع ہوتا ہے اور رجب وشعبان میں اختتام پزیر ہوتا ہے۔ تمام دینی مدارس میں نئے تعلیمی سال کا آغاز ہو چکا ہے۔ طلبہ کرام دور دراز اضلاع واطراف واکناف سے سفر کر کے اپنے اپنے مدارس میں پہنچ رہے ہیں۔ ان میں جہاں قدیم طلبہ شامل ہیں، وہیں ایک بڑی تعداد جدید طلبہ کی ہے۔ مدارس کی رونقیں انہیں تشنگانِ علومِ نبوت ہی کے دم قدم سے ہیں جس کی ہمیں قدر کرنی چاہیے۔

جس طرح ''دین'' پوری انسانیت کی ضرورت ہے، اسی طرح دینی مدارس بھی پوری انسانیت کی ضرورت ہیں، کیوں کہ انہی دینی مدارس سے انسانی روح کا سامان مہیا ہوتا ہے، انہی سے مسلم معاشرہ اپنے اسلامی تمدن، معاشرت، معیشت اور ثقافت کے اصولوں پر پروان چڑھتا اور ترقی پاتا ہے۔

اربابِ مدارس اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ان کے کندھوں پر بہت بھاری ذمہ داری ہے، بقول حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ: دینی مدرسہ ایک عذاب ہے، اگر دنیا کے لیے بنایا تو آخرت کا عذاب بن جائے گا اور اگر آخرت کے لیے بنایا گیا اور اسی کو سامنے رکھ کر چلایا جائے تو پھر یہ دنیا کا عذاب ہے۔ دینی مدارس کے منتظمین کے پاس مدرسہ کے نام پر آنے والی ہر چیز ''امانت'' ہوتی ہے، خود مدرسہ کی عمارت ایک امانت، طلبہ کرام ایک امانت، اساتذہ کرام ایک امانت، جامعہ کو ملنے والا تعاون خواہ نقدی کی شکل میں ہو یا اسباب ووسائل کی صورت میں سب ایک امانت، ایسے میں ان تمام امانتوں کا سنبھال کر رکھنا، ان کے حقوق ادا کرنا، بہت مشکل کام ہے اور یہ چیز اللہ تعالی کی توفیق، اخلاص اور تقویٰ کے التزام کے بغیر ناممکن ہے۔

منتظمین مدارس کو الحمدللہ اس بات کا خوب ادراک ہوگا کہ تشنگان علوم نبوت جو ہماری طرف کھنچے چلے آ رہے ہیں اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں ، دین ہر شخص کی فطری ضرورت ہے اور امت کا مدارس پر اعتماد آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین متین کی حقانیت کی کھلی دلیل ہے کہ پروپگنڈے کے اس دور میں بھی پہلے سے بڑھ کر متلاشیان علم اور داعیان حق کا مدارس کی طرف رجوع کرنا مدارس کے خلاف گمراہ کن اور مضحکہ خیز پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب ہے۔

اہلیان مدارس کی اب یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے طلباء کو معیاری تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت کا بھی خوب اہتمام کریں ، تاکہ ہمارے یہ طلباء معاشرے کا مفید رکن بن کر دین کی اشاعت وتبلیغ کا ذریعہ بنیں۔ دین کی تبلیغ ، اشاعت ، تحفظ اور نفاذ ، صحیح عقائد ومسائل اور احکامات الٰہیہ کا پرچار ہی مدارس کی محنت کا میدان ہے۔ اس حوالے سے صحیح تعلیم وتربیت ، اصلاح نفس وتزکیہ باطن کی عملی درس گاہیں ہی حقیقت میں مدارس اسلامیہ کہلانے کی مستحق ہیں۔

جہاں مدارس کی انتظامیہ واساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسا مضبوط ومربوط نظام الاوقات ترتیب دیں کہ جس میں طلباء کی دینی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ ان کی اخلاقی وروحانی تربیت کا سامان بھی موجود ہو، اصلاح نفس وتزکیہ باطن کا بھی اہتمام ہو اور بطور ایک مبلغ دین کی اشاعت وترویج کی عملی مشقوں کے مواقع بھی دستیاب ہوں وہیں طلباء پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، جب تک طلباء اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں کریں گے اور سیکھنے، حاصل کرنے اور کچھ بننے کے لئے سنجیدہ نہیں ہوں گے اچھے سے اچھا نصاب اور مضبوط ومربوط نظام الاوقات دھرے کا دھرا رہ جائے گا۔ ذیل میں طلباء کی کچھ ذمہ داریوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) طلبۂ عزیز! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ حسن نیت کی اہمیت کے پیش نظر ہی امام بخاریؒ نے اپنی کتاب "الجامع الصحیح" کا آغاز بھی اس حدیث سے کیا تاکہ یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے کہ ہر عمل خیر سے پہلے دل کے ارادہ کو صحیح کرنے کا اہتمام کیا جائے ، نیت صحیح ہو اچھی ہو اور ہر بھلائی و نیکی صرف خدا کی خوشنودی کے لئے ہو اگر ایمان ، اسلام ، تحصیل علم ، تمام اعمال صالحہ ، طاعات ، عبادات ، جہاد ، صرف مال ، زکوٰۃ وصدقات ، حج بیت اللہ وہجرت وغیرہ بھی اخلاص ، للّٰہیت اور اچھی نیت سے نہ ہوں بلکہ کسی غرض دنیوی یا ریاونمود کے لئے ہوں تو ان کی کوئی قدر و قیمت اللہ کے

یہاں نہیں اور للّٰہیت و اخلاص کے ساتھ ہر چھوٹی بڑی نیکی حتیٰ کہ زبان سے کوئی کلمہ خیر کہہ دینا اور راستوں سے کوئی معمولی تکلیف کی چیز ہٹا دینا بھی موجب اجر وثواب ہے۔اس لئے سب سے پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ آپ جس عظیم کام کے لئے آرہے ہیں اس کا تقاضا ہے کہ آپ کی نیت تحصیل علم کے ذریعے اللہ کی رضا اور خوشنودی ہو اور کوئی مقصد یا ارادہ کارفرما نہ ہو۔

(۲) ڈھائی ماہ کی تعطیلات کے بعد طالب علم کا سب سے بڑا المیہ اس کا ذہنی انتشار ہوگا۔یکسوئی پیدا کرنا مشکل لگے لگا۔سوشل میڈیا کی وبا اس زمانے کے طالب علم کا سب سے بڑا امتحان ہے۔انتشار ذہنی کا سب سے بڑا سبب یہی ہے۔سوشل میڈیا کے استعمال کی ہزار دلیلوں کے باوجود اصل بات یہی ہے کہ یہ آپ کی ذہنی کیفیت، طالب علمی اور رسوخ فی العلم کے مقصد کے لیے زہرِ قاتل ہے۔اس سے جان چھڑائے بنا چارہ نہیں۔آغاز سال میں ہی ان تمام آلاتِ لہو ولعب سے کنارہ کش ہوکر حصولِ علم دین کے لئے خود کو تیار کرلیں۔

(۳) مدارس کے اکثر طلبہ کے پیش نظر کوئی نصب العین نہیں ہوتا، بہت سے طلبہ اس لیے دینی تعلیم کا انتخاب کرتے ہیں کہ ان کے والدین کا اصرار ہوتا ہے، والدین چاہتے ہیں کہ بچہ حافظ بنے، عالم بنے، چونکہ ان کا اپنا کوئی مقصد نہیں ہوتا، اس لیے نہ انہیں پڑھنے سے کوئی رغبت، نہ ہی اوقات کی کوئی پابندی، نہ محنت، نہ جدوجہد، ایسے طلباء مدارس کو یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ قرآن وحدیث کے جس علم کے حصول میں وہ لگے ہوئے ہیں، اس کا نصب العین دنیا کے تمام کاموں سے بلند ہے، اس کے بلند اور مہتم بالشان ہونے کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ طالبِ علم وراثتِ نبوی ﷺ کا حقدار ہوتا ہے، وہ انسانیت کی تقدیر بدل سکتا ہے، اسی سے ہدایت وروحانیت کے چشمے پھوٹتے ہیں، جس طالبِ علم کے ذہن میں دینی تعلیم کے اس عظیم مقصد کا استحضار ہوگا، وہ اپنی ساری توانائیوں کو علم کے لیے جھونک دے گا۔

اکثر طلباء کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ فارغ ہونے کے بعد مسجد کی امامت یا کسی مدرسہ میں تدریس سے بڑھ کر ہم کیا کرسکتے ہیں، اس کے لیے ہمیں محنت کی کیا ضرورت ہے، یہی وہ احساسِ کمتری ہے جس نے طلبہ کی تمام قوائے عمل کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے، اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ خود کامیاب امام یا کامیاب مدرس کا دارومدار پختہ صلاحیت پر ہے اور امت کو آج کامیاب اور

باصلاحیت ائمہ اور مدرسین کی سخت ضرورت ہے، تقریر وخطاب اور نئے پیش آنے والے مسائل میں امت کی صحیح رہنمائی ٹھوس کتابی اور علمی صلاحیت کے بغیر ممکن نہیں، آج بھی مدارس میں کامیاب اساتذہ کی شدید قلت ہے، پھر اس سے بڑھ کر ایک قابل عالم دین مسجد یا مدرسہ سے ہٹ کر ساری امت کی مختلف میدانوں میں رہنمائی کرسکتا ہے۔

(۴) مولانا علی میاں ندویؒ "پاجا سراغِ زندگی" میں نئے تعلیمی سال کے آغاز پر فرماتے ہیں:
''آپ تاریخ کی شخصیتوں میں جس کا بھی نام لیں، جب آپ اس کی سیرت کا مطالعہ کریں گے اس کی زندگی کی تہہ تک جانے کی کوشش کریں گے، تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ اس کی شخصیت کو بنانے اور سنوارنے والی سب سے اہم اور بنیادی چیز اس کی ذاتی محنت، اس کی فکر ولگن، مقصد کی دھن اور اس کی تڑپ تھی، اس کے بغیر اگر اساتذہ چاہیں یا عظیم الشان ادارے اس کے لیے کوشش کریں، کسی کے بس میں کچھ نہیں، جو بھی بنا ہے اپنی ذاتی محنت اور جدوجہد سے بنا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اساتذہ کی رہنمائی کی بھی ضرورت ہے، لیکن اگر اللہ کی توفیق شاملِ حال ہے تو پھر ذاتی محنت سے انسان اپنے آپ کو سب کچھ بنا سکتا ہے''
(پاجا سراغِ زندگی)

بعض طلبہ ذہنی اعتبار سے کمزور ہوتے ہیں، لیکن ذاتی محنت انہیں بڑے سے بڑے ذہین طلبہ کی صف میں لا کھڑا کرتی ہے، امام ابوحنیفہؒ نے اپنے شاگرد امام ابو یوسفؒ سے ایک مرتبہ فرمایا: ''تم بہت کند ذہن تھے، مگر تمہاری کوشش اور مداومت نے تمھیں آگے بڑھا دیا'' اسی طرح امام طحاویؒ کے ماموں امام مزنی رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ امام طحاویؒ کو کند ذہن ہونے کی عار دلائی اور کہا: ''خدا کی قسم تجھ سے کچھ نہ ہو سکے گا'' امام طحاویؒ ابوجعفر احمد بن ابی عمران حنفیؒ کے درس میں شریک ہوگئے اور بڑی محنت سے علم حاصل کیا اور فقہ میں بڑی مہارت حاصل کی، انہیں ماموں نے پھر اس کند ذہن کو امام تسلیم کیا (بستان المحدثین بحوالہ آداب المتعلمین)

حصولِ علم میں محنت کے سلسلہ میں ایک مقولہ علماء میں کافی مشہور ہے کہ: ''العلم لایعطیک بعضہ حتی تعطیہ کلک'' علم آپ کو اپنا ایک حصہ بھی نہیں دے سکتا جب تک کہ تم پورے طور پر خود کو اس کے حوالہ نہ کرو، پچھلے زمانہ میں علماء سلف انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں جان توڑ محنت کرتے تھے، مدارس کی جانب سے آج کی طرح قیام وطعام ودیگر سہولیات کا تو تصور ہی نہ تھا، روشنی تک کا انتظام نہیں ہوا کرتا تھا۔ علم دین

سے سچی لگن اور نصب العین کی بلندی اس کسمپرسی اور زبوں حالی میں بھی ان کے پایۂ استقلال میں لغزش نہیں لاتی تھی۔

(۵) مطالعہ طالبِ علمانہ زندگی کا نچوڑ اور اس کا ایک عنصر ہے، اسی سے اس کے علم کی نکھار ہے، اسی سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے، پہلے چار سالوں میں طلبہ کو اگر درسی اور نصابی کتابوں پر توجہ مرکوز کرنا ضروری ہے، تو اس کے بعد والے سالوں میں خارجی مطالعہ پر زور دینا چاہیے، ابتدائی سال کتابی صلاحیت میں پختگی پیدا کرنے کے ہوتے ہیں، ان میں تو طلبہ کو درسی کتابوں پر ہی توجہ دینی چاہیے، صرف ونحو میں استحکام اور عبارت خوانی میں کمال پیدا ہونے کے بعد اخیر کے سالوں میں جہاں طلبہ تفسیر وحدیث کے تفصیلی مضامین پڑھتے ہیں، متعلقہ فن کی غیر درسی کتابوں کے مطالعہ کا اہتمام کرنا ناگزیر ہے۔

امام محمدؒ بہت کم سوتے تھے، اکثر حصہ مطالعہ میں گذارتے، بعض احباب نے کم خوابی کی وجہ دریافت کی، تو فرمایا: ''کیف أنام وقدنامت عیون المسلمین توکلا علینا یقولون إذا وقع لنا أمر رفعناہ إلیہ، فیکشفہ لنا، فإذا نمت ففیہ تضییع الدین'' ''سب لوگ تو اس اطمینان پر سو رہے ہیں، کہ جب کوئی مسئلہ پیش آجائے گا تو ہم جاکر اس (امام محمدؒ) سے معلوم کرلیں گے، اب اگر میں بھی سوجاؤں اور دینی کتابوں کا مطالعہ نہ کروں تو اس میں دین کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے'' (آداب المتعلمین)

آج کے طلبہ میں اوّل تو مطالعہ کا ذوق نہیں، اگر بعض میں کچھ رجحان ہے بھی تو ناقص، قرآن وحدیث اور فقہ وسیرت کی بنیادی معلومات بھی ناقص ہوتی ہیں، اس کی بنیادی وجہ ذوقِ مطالعہ کی کمی ہے، مدارس میں جس طرح تدریسی کتابوں کا نظام ہے، اسی طرح مطالعہ کی کتابوں کا بھی مستقل کورس ہونا چاہیے، مختلف درجوں کے اعتبار سے کتابیں متعین کی جائیں اور اس سلسلہ میں اساتذہ کی پوری سرپرستی حاصل رہے، اکثر طلبہ اپنے زیادہ اوقات درسی کتابوں کے مذاکرہ میں صرف کرتے ہیں اور انہیں شکایت ہوتی ہے کہ خارجی مطالعہ کے لیے وقت نہیں مل پاتا۔ یہ شکایت اوقات کی ترتیب وتنظیم نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، طلبہ کو مطالعہ اور دیگر علمی کاموں کے لیے نظام الاوقات بنالینا چاہئے، درسی کتابوں کے مذاکرہ کا وقت الگ ہو، خارجی کتابوں کے مطالعہ کا الگ ہو، مقالہ نگاری یا مضمون نویسی کا ایک وقت مقرر ہو، تقریر وخطابت کی تیاری کا الگ نظام ہو، اس طرح جب ہر کام کا وقت مقرر ہوگا تو اوقات میں غیر معمولی برکت ہوگی۔ جمعرات اور جمعہ کے اوقات کو بھی بہترین مصرف میں لایا جاسکتا ہے۔

(۶) موجودہ دَور اختصاص (Specialization) کا دَور ہے، اس دَور میں وہی شخص اپنی افادیت ثابت کرسکتا ہے جو کسی فن میں مہارت رکھتا ہو، ایسے طلبہ کو ہر کتاب میں محنت کرنی چاہیے، تاہم جس فن سے ان کو خصوصی دلچسپی یا مناسبت ہو، دورانِ تعلیم ہی سے اس میں خصوصی محنت شروع کرنی چاہیے، متعلقہ اساتذہ کی نگرانی میں اس فن کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے، اس کا اثر یہ ہوگا کہ فراغت تک فن سے غیر معمولی تعلق پیدا ہوجائے گا اور بعد میں مستقل اس کورس میں حصہ لینا بھی آسان ہوگا۔

عزیز طلبہ وطالبات! آپ نہ صرف اپنے والدین اور مسلک اہل حق کے لیے گراں مایہ اثاثہ ہیں بلکہ ملک وقوم کو بھی آپ کی اشد ضرورت ہے۔ دین پسند حلقوں اور خیر خواہان اسلام و پاکستان کی نظریں صرف اور صرف آپ پر ہیں۔ آپ ہی اس قوم کی ڈوبتی ناؤ کو پار لگا سکتے ہیں۔ اپنی اہمیت کا ادراک کیجئے۔ جدید دور کی مہارتوں سے خود کو مسلح کیجئے۔ رسوخ فی العلم کے ساتھ ساتھ معاشرے اور ابلاغ کی زبان پر عبور حاصل کیجئے۔ داعی کی سب سے پہلی صفت یہ ہونی چاہئے کہ اسے اپنے سامعین کی ذہنی سطح کا خوب اندازہ ہو اور وہ ان کی زبان اور مروجہ عصری اسلوب میں ان سے مخاطب ہونے کا ہنر جانتا ہو۔

نئے تعلیمی سال کے آغاز پر طلبہ اگر ان باتوں کو پلے باندھ لیں اور ان پر سختی سے عمل پیرا ہوں، تو بہت ممکن ہے کہ پورے سال کی صحیح قدر ہو اور بہت سی خامیوں کی اصلاح ہوجائے، یہ بات تجربے میں آئی ہے کہ سال کے آغاز پر طلبہ جو کچھ طے کرلیتے ہیں سال بھر اس کا اثر رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ایمان وعمل میں برکت عطا فرمائے اور امت کے لئے نافع بنائے۔ آمین

والسلام

اویس احمد

www.darultaqwa.org

درسِ قرآن

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ

یتیم کا مال کھانے پر عذاب کا بیان

۞...سورۃ النساء...۞...آیت نمبر 10۞

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا o

ترجمہ:

"جو لوگ کہ کھاتے ہیں مال یتیموں کا ناحق وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب داخل ہوں گے آگ میں۔"

تفسیر:

یتیم کا مال ظلماً کھانا پیٹ میں انگارے بھرنا ہے:

چوتھی آیت میں یتیموں کے مال میں ناجائز تصرف کرنے والوں کے لئے وعید شدید کا بیان ہے، کہ جو شخص ناجائز طور پر یتیم کا مال کھاتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہا ہے۔

اس آیت نے یتیم کے مال کو جہنم کی آگ قرار دیا ہے، بہت سے مفسرین نے اس کو تشبیہ اور کنایہ پر محمول کیا ہے، یعنی یتیموں کا مال ناحق کھانا ایسا ہے جیسے کوئی پیٹ میں آگ بھرے، کیونکہ اس کا انجام بالآخر قیامت میں ایسا ہی ہونے والا ہے، مگر اہل تحقیق کا قول یہ ہے کہ آیت میں کوئی مجاز اور کنایہ نہیں ہے، بلکہ جو

www.darultaqwa.org

مال یتیم کا ناجائز طریقہ سے کھایا جائے وہ حقیقت میں آگ ہی ہے، اگرچہ اس وقت اس کی صورت آگ کی معلوم نہ ہوتی ہو، جیسے کوئی شخص دیا سلائی کو کہے کہ یہ آگ ہے، یا سنکھیا کو کہے کہ قاتل ہے، تو ظاہر ہے کہ دیا سلائی کو ہاتھ میں لینے سے ہاتھ نہیں جلتا اور سنکھیے کو ہاتھ میں لینے سے بلکہ منہ میں رکھنے سے بھی کوئی آدمی نہیں مرتا، البتہ ذرا سی رگڑ کھانے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جس نے دیا سلائی کو آگ کہا تھا وہ صحیح کہا تھا اسی طرح حلق کے نیچے اترنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ سنکھیا کو قاتل کہنے والا سچا تھا، قرآن کریم کے عام اطلاقات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ انسان جو عمل نیک یا بد کر رہا ہے یہی عمل جنت کے درخت اور پھل پھول ہیں یہ جہنم کے انگارے ہیں، اگرچہ ان کی صورت یہاں اور ہے، مگر قیامت کے روز اپنی شکلوں میں متشکل ہو کر سامنے آئیں گی، قرآن کریم کا ارشاد ہے: ووجدوا ما عملوا حاضراً یعنی قیامت کے روز وہ اپنے کئے ہوئے کو موجود پائیں گے، یعنی جو عذاب وثواب ان کو نظر آئے گا وہ حقیقت میں ان کا اپنا عمل ہوگا۔

بعض روایات میں ہے کہ یتیم کا مال ناحق کھانے والا قیامت کے روز اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ پیٹ کے اندر سے آگ کی لپٹیں اس کے منہ، ناک اور کانوں آنکھوں سے نکل رہی ہوں گی۔

اور رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ ایک قوم قیامت کے روز اس طرح اٹھائی جائے گی کہ ان کے منہ آگ سے بھڑک رہے ہوں گے، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہوں گے، آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا ان الذین یاکلون اموال الیتمی ظلماً (ابن کثیر ٦٥٤ ج ١)

آیت کے مضمون کا خلاصہ یہ ہوا کہ یتیم کا مال جو ناحق کھایا جائے وہ درحقیقت جہنم کی آگ ہوگی گو اس وقت اس کا آگ ہونا محسوس نہ ہو، اسی لئے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس معاملہ میں شدید احتیاط کے لئے واضح ہدایات دی ہیں، حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے:

"میں تم کو خاص طور پر دو ضعیفوں کے مال سے بچنے کی تنبیہ کرتا ہوں، ایک عورت، اور دوسرے یتیم۔"

سورۃ نساء کے اول رکوع میں شروع سے آخر تک عموماً یتیم ہی کے احکام ہیں، یتامی کے اموال کی نگہداشت رکھنے، ان کے مال کو اپنا مال نہ بنا لینے، ان کے وراثت میں ملے ہوئے اموال سے ان کو حصہ دینے کا حکم فرمایا اور بڑا ہو جانے کے ڈر سے ان کا مال اڑا دینے میں جلدی کرنا، یتیم لڑکیوں سے نکاح کر

کے مہر کم کر دینا، یا ان کے مال پر قبضہ کر لینا وغیرہ ان سب امور کی ممانعت فرمائی۔

آخر میں فرمایا کہ ناحق یتیم کا مال کھانا پیٹ میں آگ کے انگارے بھرنا ہے، کیونکہ اس کی پاداش میں موت کے بعد اس طرح کے لوگوں کے پیٹوں میں آگ بھری جائے گی، لفظ یاکلون استعمال فرمایا ہے اور یتیم کا مال کھانے پر وعید سنائی گئی ہے، لیکن یتیم کے مال کا ہر استعمال کھانے پینے میں ہو یا برتنے میں، سب حرام اور باعث عتاب وعذاب ہے، کیونکہ محاورے میں کسی کا مال ناحق کھا لینا ہر استعمال کو شامل ہوتا ہے۔

جب کوئی شخص وفات پا جاتا ہے تو اس کے مال کے ہر ہر حصہ اور ہر چھوٹی بڑی چیز کے ساتھ ہر وارث کا حق متعلق ہو جاتا ہے، اس کے نابالغ بچے یتیم ہوتے ہیں، ان بچوں کے ساتھ عموماً ہر گھر میں ظلم وزیادتی کا برتاؤ ہوتا ہے اور ہر وہ شخص جو ان بچوں کے باپ کی وفات کے بعد مال پر قابض ہوتا ہے خواہ ان بچوں کا چچا ہو یا بڑا بھائی ہو یا والدہ ہو یا اور کوئی ولی یا وصی ہو، اکثر ان امور کے مرتکب ہو جاتے ہیں جن کی ممانعت اس رکوع میں کی گئی ہے، اول تو سالہا سال مال کی تقسیم کرتے ہی نہیں، ان بچوں کی روٹی کپڑے پر تھوڑا بہت خرچ کرتے رہتے ہیں، پھر بدعات، رسومات اور فضولیات میں اسی مال مشترک سے خرچ کئے چلے جاتے ہیں۔ اپنی ذات پر بھی خرچ کرتے ہیں اور سرکاری کاغذات میں نام بدلوا کر اپنے بچوں کا نام لکھواتے ہیں، یہ وہ باتیں ہیں جن سے کوئی ہی گھر خالی رہتا ہوگا۔

مدرسوں اور یتیم خانوں میں جو چندہ یتیموں کے لئے آتا ہے اس کو یتیموں پر خرچ نہ کرنا بھی ایک صورت یتیم کا مال ہضم کرنے کی ہے۔

مسئلہ:۔ میت کے بدن کے کپڑے بھی ترکہ میں شامل ہوتے ہیں، ان کو حساب میں لگائے بغیر یونہی صدقہ کر دیتے ہیں، بعض علاقوں میں تانبے پیتل کے برتن مال کو تقسیم کئے بغیر فقیروں کو دیدیتے ہیں، حالانکہ ان سب میں نابالغوں اور غیر حاضر وارثوں کا بھی حق ہوتا ہے، پہلے مال بانٹ لیں، جس میں سے مرنے والے کی اولاد، بیوی، والدین، بہنیں، جس جس کو شرعاً حصہ پہنچتا ہو اس کو دیدیں، اس کے بعد اپنی خوشی سے جو شخص چاہے مرنے والے کی طرف سے خیرات کریں، یا مل کر کریں تو صرف بالغین کریں، نابالغ کی اجازت کا بھی اعتبار نہیں اور جو وارث غیر حاضر ہو اس کے حصہ میں اس کی اجازت کے بغیر بھی تصرف درست نہیں۔

مسئلہ:۔ میت کو قبرستان لے جاتے وقت جو چادر جنازہ کے اوپر ڈالی جاتی ہے وہ کفن میں شامل نہیں ہے، اس کو میت کے مال سے خریدنا جائز نہیں، کیونکہ وہ مال مشترک ہے کوئی شخص اپنی طرف سے خرچ کر دے تو جائز ہے، بعض علاقوں میں نماز جنازہ پڑھانیوالے امام کے لئے کفن ہی کے کپڑے میں سے مصلی تیار کیا جاتا ہے اور پھر یہ مصلی امام کو دے دیا جاتا ہے یہ خرچ بھی کفن کی ضرورت سے فاضل ہے، ورثہ کے مشترک مال میں سے اس کا خریدنا جائز نہیں۔

مسئلہ:۔ بعض جگہ میت کے غسل کے لئے نئے برتن خریدے جاتے ہیں، پھر ان کو توڑ دیا جاتا ہے، اول تو نئے خریدنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ گھر کے موجودہ برتنوں سے غسل دیا جاسکتا ہے اور اگر خریدنے کی ضرورت پڑ جائے تو توڑنا جائز نہیں، اول تو اس میں مال ضائع کرنا ہے اور پھر ان سے یتیموں کا اور غائب وارثوں کا حق وابستہ ہے۔

مسئلہ:۔ ترکہ کی تقسیم سے پہلے اس میں سے مہمانوں کی خاطر تواضع اور صدقہ وخیرات کچھ جائز نہیں، اس طرح کے صدقہ خیرات کرنے سے مردے کو کوئی ثواب نہیں پہنچتا۔ بلکہ ثواب سمجھ کر دینا اور بھی زیادہ سخت گناہ ہے، اس لئے کہ مورث کے مرنے کے بعد اب یہ سب مال تمام وارثوں کا حق ہے اور ان میں یتیم بھی ہوتے ہیں، اس مشترک مال میں سے دینا ایسا ہی جیسا کہ کسی کا مال چرا کر میت کے حق میں صدقہ کر دیا جائے، پہلے مال تقسیم کر دیا جائے، اس کے بعد اگر وہ وارث اپنے مال میں سے اپنی مرضی سے میت کے حق میں صدقہ خیرات کریں تو ان کو اختیار ہے۔

تقسیم سے پہلے بھی وارثوں سے اجازت لے کر مشترک ترکہ میں سے صدقہ خیرات نہ کریں، اس لئے کہ جو ان میں یتیم ہیں ان کی اجازت تو معتبر ہی نہیں اور جو بالغین ہیں وہ بھی ضروری نہیں کہ خوش دلی سے اجازت دیں، ہوسکتا ہے وہ لحاظ کی وجہ سے اجازت دینے پر مجبور ہوں اور لوگوں کے طعنوں کے خوف سے کہ اپنے مردہ کے حق میں دو پیسے تک خرچ نہ کئے، اس عار سے بچنے کے لئے بادل ناخواستہ حامی بھر لے۔ حالانکہ شریعت میں صرف وہ مال حلال ہے جب کہ دینے والا طیب خاطر سے دے رہا ہو۔

یہاں ہم ایک بزرگ کا واقعہ نقل کرتے ہیں، جس سے مسئلہ اور زیادہ واضح ہوجائے گا یہ بزرگ ایک مسلمان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، تھوڑی دیر مریض کے پاس بیٹھے تھے کہ اس کی روح پرواز کرگئی، اس موقع پر جو چراغ جل رہا تھا انہوں نے فوراً اسے بجھا دیا اور اپنے پاس سے پیسے دے کر تیل

منگایا اور روشنی کی، لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا جب تک یہ شخص زندہ تھا یہ چراغ اس کی ملکیت تھی اور اس کی روشنی استعمال کرنا درست تھا، اب یہ اس دنیا سے رخصت ہوگیا تو اس کو ہر چیز میں وارثوں کا حق ہوگیا، لہٰذا سب وارثوں کی اجازت ہی سے ہم یہ چراغ استعمال کرسکتے ہیں اور وہ سب یہاں موجو نہیں ہیں، لہٰذا اپنے پیسوں سے تیل منگوا کر روشنی کی۔

• • •

ملفوظ مولانا محمد الیاسؒ صاحب

وقت کے مشائخ اور بزرگوں سے نیازمندانہ تعلق رکھنے کا فائدہ

فرمایا..... اس دینی کام (تبلیغ دین اور اصلاح امت کی عوامی تحریک) کی طرف مجھے متوجہ کرنا اللہ تعالیٰ کی ایک خاص تائید ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے کچھ ایسی خصوصیات حاصل تھیں کہ جن بعض اکابر کو میرے اس کام کے متعلق پوری معلومات نہ ہونے کی وجہ سے کبھی کچھ شکوک بھی ہوئے تو انہوں نے بھی میری وجہ سے سکوت اختیار کیا اور اپنے اختلاف رائے کو ظاہر نہیں فرمایا، میری وہ خصوصیات یہ ہیں:

ایک تو یہ کہ میری نیازمندی کا تعلق اپنے زمانہ کے سب ہی بزرگوں سے رہا اور الحمدللہ سب کی عنایات اور سب کا اعتماد مجھے حاصل رہا۔

دوسرے یہ کہ میرے والد ماجد ایک عالی مرتبہ اور متفق علیہ بزرگ تھے اور باہم بہت سے اختلافات رکھنے والے اہل دین کے مختلف طبقے اُن پر متفق تھے۔

تیسرے یہ کہ میرا خاندان ایک خاص اثر اور عزت و وجاہت رکھنے والا خاندان تھا۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاس صاحب ص: ۱۲۳، ملفوظ: ۱۶۲)

www.darultaqwa.org

درسِ حدیث

مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب

بیمار کی نماز کا بیان

قیام سے متعلق مسائل۔

اگر آدمی کھڑے ہونے پر قادر ہو تو فرض اور واجب نماز کو کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے۔ اسی طرح فجر کی سنتوں میں بھی کھڑے ہونے کا زیادہ اہتمام ہونا چاہئے۔

مسئلہ: جو شخص بیماری یا عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے عاجز ہو وہ بیٹھ کر فرض نماز پڑھے اور رکوع وسجود کرے۔

تنبیہ: عذر کا معنی یہ ہے کہ اس کو کھڑے ہونے سے ضرر ہوتا ہو خواہ نماز شروع کرنے سے پہلے موجود ہو یا نماز کے اندر پیش آیا ہو۔ اور خواہ وہ عذر حقیقی ہو جیسے اگر کھڑا ہو تو گر پڑے یا حکمی ہو مثلاً کھڑے ہونے سے مرض کی زیادتی کا یا دیر میں اچھا ہونے کا یا چکر آنے کا خوف ہو یا کھڑے ہونے سے بدن میں کسی جگہ شدید اور ناقابل برداشت درد ہوتا ہو۔ ان سب صورتوں میں قیام ترک کرے اور بیٹھ کر رکوع وسجود سے نماز پڑھے۔ اور اگر تھوڑا یعنی قابل برداشت درد یا تکلیف ہو تو قیام کا چھوڑنا جائز نہیں۔

تنبیہ: عموماً یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ جہاں ذرا بخار آیا یا خفیف سی تکلیف ہوئی بیٹھ کر نماز شروع کر دی حالانکہ وہی لوگ اسی حالت میں دس دس پندرہ پندرہ منٹ بلکہ زیادہ کھڑے ہو کر ادھر ادھر کی باتیں کر لیا کرتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے

مسئلہ: اگر تھوڑی دیر قیام پر قادر ہے اور ساری نماز میں قادر نہیں تو جس قدر کھڑا ہو سکتا ہے اتنی دیر کھڑا ہونا فرض ہے لہٰذا اگر صرف اس پر قادر ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہے اور قراءت کے واسطے قیام نہیں کر سکتا تو اسی قدر کھڑا ہونا فرض ہے پھر قراءت کیلئے بیٹھ جائے یا اگر تکبیر کہہ کر تھوڑی سی قراءت کے

واسطے بھی قیام کرسکتا ہے پوری قراءت کے واسطے قیام نہیں کرسکتا تو اس کیلئے حکم ہے کہ کھڑے ہوکر تکبیر کہے اور جس قدر کھڑے ہوکر پڑھ سکتا ہے اگرچہ ایک آیت ہی ہو اتنی دیر کھڑے ہوکر قراءت کرے پھر عاجز ہو تو بیٹھ جائے۔

اگر دیوار وغیرہ کا سہارا لگا کر کھڑے ہونے پر قادر ہے تو سہارا لگا کر کھڑے ہوکر نماز پڑھے اس کے سوا اور کچھ جائز نہیں۔ اسی طرح اگر (لاٹھی کا یا اپنے خادم یعنی کسی فرمانبردار کا سہارا لے کر کھڑا ہوسکتا ہے تو سہارے سے کھڑے ہوکر نماز پڑھنا فرض ہے ورنہ نماز درست نہ ہوگی اور اسکا لوٹانا فرض ہوگا اس لئے کہ جس طرح پورے قیام پر قادر ہونے سے پورا قیام فرض ہے اسی طرح بعض قیام پر قادر ہونے سے بعض قیام فرض ہے۔

عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَمَّا أَسَنَّ وَحَمَلَ اللَّحْمَ اتَّخَذَ عُمُوْدًا فِيْ مُصَلَّاهُ يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ (ابو داؤد)

حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عمر رسیدہ ہوئے اور جسم بوجھل ہوگیا تو اپنے مصلے پر آپ نے ایک ستون سا بنوا لیا جس سے (نماز پڑھتے ہوئے بوقت ضرورت) سہارا لیتے تھے۔

مسئلہ: اگر مریض اتنا کمزور ہو کہ گھر میں نماز پڑھے تو قیام کرسکتا ہے اور مسجد میں جماعت کیلئے جانے کے بعد قیام پر قادر نہ ہوگا تو وہ مسجد میں نہ جائے بلکہ اپنے گھر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ لے۔

مسئلہ: اگر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے سے رمضان المبارک کے روزے سے عاجز ہوجائے گا بیٹھ کر نماز پڑھے اور رمضان المبارک کے روزے بھی رکھے۔

بیٹھ کر نماز پڑھنا

عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَقَطَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلّٰى بِنَا قَاعِدًا (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر گئے اور آپ کا دایاں پہلو چھل گیا۔ ہم آپ کے پاس آپ کی عیادت کیلئے گئے تو نماز کا وقت ہوگیا۔ آپ ﷺ نے ہمیں بیٹھ کر نماز

پڑھائی۔

مسئلہ: قیام پر قادر نہ ہونے پر مریض ومعذور جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کو کسی خاص طریقے سے بیٹھنا ضروری نہیں ہے بلکہ جس طرح اس کو آسان ہو اسی طرح بیٹھے۔لیکن اگر دوزانو بیٹھنا (یعنی جس طرح تشہد میں بیٹھتے ہیں) آسان ہو یا کسی دوسری طرح بیٹھنے کے برابر ہو تو دوزانو بیٹھنا بہتر ہے ورنہ گھٹنوں کے بل یا چارزانو یا اور جس طرح آسانی سے بیٹھ سکے بیٹھے اور تشہد کے وقت اگر ہو سکے تو دوزانو ہو جائے ورنہ اس میں بھی جس طرح آسانی ہو اس طرح بیٹھے۔

عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ أَنَسًا يُصَلِّيْ مُتَرَبِّعًا عَلٰى فِرَاشِهٖ (بخاری)

حمید رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس ؓ کو (عذر کی وجہ سے) اپنے بستر پر چوکڑی مار کر بیٹھے نماز پڑھتے دیکھا۔

مسئلہ: اگر مریض سیدھا بیٹھنے پر قادر نہیں اور کسی دیوار کا یا کسی فرمانبردار شخص کا یا تکیہ وغیرہ کا سہارا لے کر بیٹھنے پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ اس سہارے سے بیٹھ کر نماز پڑھے اس کو لیٹ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

عَنْ أُهْبَانَ بْنِ أَوْسٍ وَ كَانَ اشْتَكٰى رُكْبَتُهٗ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ جَعَلَ تَحْتَ رُكْبَتِهٖ وِسَادَةً (بخاری)

حضرت اہبان بن اوس ؓ کے گھٹنے میں تکلیف ہوئی تو وہ جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے کے نیچے تکیہ رکھ لیتے تھے۔

مسئلہ: اگر قیام اور رکوع وسجود سے عاجز ہے اور بیٹھنے پر قادر ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اور اشارہ کی حقیقت سر کا جھکا دینا ہے اور سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے زیادہ نیچے تک کرنا ضروری ہے۔ اگر رکوع وسجود کے اشارے برابر مقدار کے کرے گا تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر رکوع وسجود سے عاجز ہے یا صرف سجدہ نہیں کرسکتا اور قیام پر قادر ہے تو مستحب اور افضل یہ ہے کہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اور اگر کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ: اشارہ سے نماز پڑھنے والا سجدہ سہو اور سجدہ تلاوت بھی اشارہ سے کرے۔

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعِ الْمَرِيْضُ السُّجُوْدَ أَوْمَأَ

بِرَاسِہٖ إِیْمَاءً وَلَمْ یَرْفَعْ إِلٰی جَبْھَتِہٖ شَیْئًا (مالک)

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب مریض کو سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہوتو وہ اپنے سر سے اشارہ کرے (اور سر کو کچھ جھکا دے) اور (سجدہ کی خاطر) اپنے ماتھے تک کوئی چیز نہ اٹھائے۔

مسئلہ: اگر پیشانی پر زخم ہو جس کی وجہ سے پیشانی پر سجدہ نہ کر سکے تو اس کو اشارہ سے نماز پڑھنا درست نہیں اور اس کو ناک پر سجدہ کرنا فرض ہے۔ اگر ناک پر سجدہ نہ کیا اور اشارہ سے نماز پڑھی تو جائز نہ ہوگی، اگر پیشانی اور ناک دونوں میں عذر مثلاً زخم ہے تو سجدہ کے لیے سر سے اشارہ کر لینا کافی ہے سجدہ نہ کرے۔

مسئلہ: اگر کسی کبڑے یا بوڑھے کی پیٹھ رکوع کی حد تک جھکی ہوئی ہوتو وہ رکوع کیلئے اپنے سر سے اشارہ کرے یعنی سر کو ذرا جھکا دینے سے اس کا رکوع ادا ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی مریض زمین پر ماتھا نہیں ٹکا سکتا لیکن اگر اس کے سامنے ایک بالشت (9 انچ) اونچی تپائی رکھی ہو یا اتنا اونچا پتھر رکھا ہو اور وہ سر کو اس پر ٹکا سکتا ہو تو اس شخص پر لازم ہے کہ سجدہ کے لئے وہ کمر کو جھکا کر اس پتھر یا تپائی پر ماتھے کو ٹکائے۔

مسئلہ: اگر زمین پر بیٹھ سکتا ہے تو زمین پر بیٹھنا کرسی پر بیٹھنے سے افضل ہے۔ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھے تو رکوع اور سجدہ دونوں اشارہ سے کرے کرسی کے آگے میز پر ماتھا نہ ٹکائے۔

مسئلہ: جو مریض نہ تو زمین پر سجدہ کر سکتا ہے اور نہ ہی زمین پر بیٹھ سکتا ہے وہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے لیکن رکوع وسجود کے لئے صرف سر کا اشارہ کرے سامنے کوئی لکڑی رکھ کر اس پر ماتھا ٹکانا ضروری نہیں بلکہ اگر وہ لکڑی چھاتی کے برابر ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔

• • •

مولانا محمد عثمان
نائب مہتمم جامعہ دارالتقویٰ

موافقات عمر رضی اللہ تعالی عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سن ۶ ہجری میں (۴۰) مرد اور (۱۱) عورتوں کے بعد اور ایک روایت کے مطابق (۳۹) مرد اور (۲۰) عورتوں کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوئے (اسد الغابہ) آپ رضی اللہ تعالی عنہ کے مسلمان ہونے سے پہلے مسلمان کمزور تھے اور چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے، اللہ تعالی نے آپؓ کے ذریعے اسلام کو روز افزوں شان وشوکت عطا فرمائی اور آپ کو حق گوئی اور حق شناسی کا ایسا خاص وصف عطا فرمایا تھا جس کی شہادت زبان نبوت نے بھی دی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالی نے عمر کی زبان پر حق ہی کو جاری کیا ہے، اسی حق گوئی کا نتیجہ تھا کہ بہت سے مواقع پر اللہ تعالی کی طرف سے وحی بھی ویسی ہی نازل ہوئی جیسی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی رائے تھی۔

علما اور اہل علم حضرات نے ایسی باتوں کو موافقات عمر کا نام دیا ہے جن میں اللہ تعالی کا ارشاد حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی تائید میں نازل ہوا، علمائے کرام نے موافقات عمر کی ایک طویل فہرست گنوائی ہے، البتہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے ان میں سے پندرہ مواقع کا خاص طور سے ذکر کیا ہے، جن میں سے کچھ کا ذکر گزشتہ شماروں میں گزر چکا ہے باقی کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر 7:

حرمت شراب کا حکم

علامہ قسطلانی نے قلعی سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی بڑی خواہش تھی کہ شراب کی حرمت کا حکم ہوجائے، چنانچہ وہ دعا کیا کرتے تھے ”اے اللہ! ہمیں شراب کے بارے میں کوئی واضح حکم دے دیجئے کہ یہ مال اور عقل دونوں کو تلف کردیتی ہے (ارشاد الساری)

اور امام ترمذی نے حضرت ابومیسرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے دعا کی ''اے اللہ! ہمیں شراب کے بارے میں کوئی واضح حکم دیجئے'' تو اس پر سورۂ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی:

''یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ط قُلْ فِیْھِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُھُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَفْعِھِمَا۔۔۔الخ''

''لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ بھی ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے''۔

حضرت عمرؓ کو بلا کر یہ آیت سنائی گئی (لیکن ان کی تشفی نہ ہوئی) تو انھوں نے پھر دعا کی ''اے اللہ! ہمیں شراب کے بارے میں کوئی واضح حکم دیجئے'' تو اب کی بار سورۂ نسا کی یہ آیت نازل ہوئی:

''یایھاالذین آمنوا لاتقربوا الصلاۃ وانتم سکری۔۔۔الخ''

''اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو اس وقت نماز کے قریب بھی نہ جاؤ''۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو بلا کر یہ آیت سنائی گئی (لیکن ان کی اب بھی تشفی نہ ہوئی) تو انھوں نے پھر دعا کی ''اے اللہ! ہمیں شراب کے بارے میں کوئی واضح حکم دیجئے'' تو اللہ تعالی نے سورۂ مائدہ کی یہ آیت نازل کی:

''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ o اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَاءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ''

''اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوئے کے تیر یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا ان سے بچو تاکہ تمھیں کامیابی حاصل ہو، شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمھارے درمیان دشمنی اور بغض کے بیج ڈال دے اور تمھیں

اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے (اب بتاؤ کہ) کیا تم ان چیزوں سے باز آجاؤ گے؟''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر یہ آیت سنائی گئی تو وہ پکار اٹھے ''انتہینا انتہینا'' (ہم باز آئے ہم باز آئے)۔ (سنن الترمذی:۳۰۴۹)

واحدی نے اسباب النزول میں ان آیتوں کے نزول سے متعلق اور بھی چند واقعات نقل کیے ہیں۔

نمبر 8:

جو جبریل کا دشمن ہے وہ میکائیل کا بھی دشمن ہے

''قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ○ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيٰتٍ بَيِّنٰتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفٰسِقُوْنَ''

''(اے پیغمبر!) کہہ دو اگر کوئی شخص جبریل کا دشمن ہے تو (ہوا کرے) اس نے تو یہ کلام اللہ کی اجازت سے تمھارے دل پر اتارا ہے جو اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کر رہا ہے اور ایمان والوں کے لیے مجسم ہدایت اور خوش خبری ہے، اگر کوئی شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں کا اور رسولوں کا اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہے تو (سن رکھو) اللہ کافروں کا دشمن ہے، اور بے شک ہم نے آپ پر ایسی آیتیں اتاری ہیں جو حق کو آشکارہ کرنے والی ہیں اور ان کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو نافرمان ہیں''۔

''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہودی جب توراۃ کی تعلیم کرتے تھے تو میں بھی اس دوران ان کے پاس جایا کرتا تھا اور مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی تھی کہ قرآن کی تعلیمات توراۃ کے اور توراۃ کی تعلیمات قرآن کے موافق ہوا کرتی تھیں، ایک بار اُن یہودیوں نے مجھے کہا ''اے عمر! مسلمانوں میں سے ہمیں تم سب سے زیادہ محبوب ہو'' میں نے پوچھا: ''کیوں؟'' تو انھوں نے کہا کہ: ''تم ہمارے پاس آتے ہو، ہمارے ساتھ بیٹھتے ہو'' میں نے کہا کہ میں تو اس لیے آتا ہوں کہ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ اللہ کی ایک کتاب دوسری کی تصدیق کر رہی ہے کہ توراۃ قرآن کی تصدیق کرتی ہے اور قرآن توراۃ کی

تصدیق کرتا ہے۔

چنانچہ ایک روز میں ان کے ہاں موجود تھا کہ میرے پیچھے سے حضور ﷺ گزرے، یہود نے مجھ سے کہا: ''وہ تمھارا یار جارہا ہے اٹھ کر اس سے ملو'' میں نے مڑ کر دیکھا تو حضور ﷺ مدینہ کے پھاٹک میں داخل ہو چکے تھے، میں ان یہودیوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: ''میں تمھیں اللہ اور اس کتاب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جو اس نے تم پر اتاری ہے کیا تم جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول ہیں؟'' ان کے سردار نے حاضرین سے کہا: ''میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم اس کا جواب دو'' انھوں نے کہا کہ: ''تم ہمارے سردار ہو تم ہی جواب دو'' تو اس سردار نے کہا: ''بلاشبہ ہم جانتے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں'' میں نے کہا'' پھر تو تم سب سے زیادہ ہلاکت میں پڑنے والے ہو (ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم تو گدھے سے بھی بڑے کافر ہو) کہ تم لوگ جانتے بھی ہو کہ وہ اللہ کے رسول ہیں پھر بھی ان کی اتباع نہیں کرتے'' انھوں نے کہا کہ ''فرشتوں میں سے بعض ہمارے دشمن اور بعض ہمارے دوست ہیں'' میں نے کہا کہ ''دشمن کون ہے اور دوست کون ہے؟'' انھوں نے کہا کہ ''ہمارا دشمن جبریل ہے کہ وہ عذاب و بلا، شدت اور سختیاں لانے والا فرشتہ ہے'' میں نے کہا ''اور دوست کون ہے؟'' انھوں نے کہا ''میکائیل، کہ وہ نرمی سہولت اور آسانی لانے والا فرشتہ ہے'' میں نے کہا ''میرا دعوی ہے کہ جبریل، میکائیل کے دوستوں کا دشمن نہیں ہوسکتا اور میکائیل، جبریل کے دوستوں کا دشمن نہیں ہوسکتا اور یہ دونوں اور ان کے ساتھ کے سب فرشتے ہر اس شخص کے دشمن ہیں جس سے یہ دونوں دشمنی رکھیں'' پھر میں مدینہ کے پھاٹک سے ہو کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو آپ ﷺ نے میرا استقبال کرتے ہوئے فرمایا: ''اے ابن خطاب! کیا میں تمھیں وہ آیات سناؤں جو مجھ پر ابھی نازل ہوئی ہیں، میں نے کہا کیوں نہیں، آپ ﷺ نے یہ آیات پڑھیں:

''قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ○ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ''

"(اے پیغمبر!) کہہ دو اگر کوئی شخص جبریل کا دشمن ہے تو (ہوا کرے) اس نے تو یہ کلام اللہ کی اجازت سے تمھارے دل پر اتارا ہے جو اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کر رہا ہے اور ایمان والوں کے لیے مجسم ہدایت اور خوش خبری ہے، اگر کوئی شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں کا اور رسولوں کا اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہے تو (سن رکھو) اللہ کافروں کا دشمن ہے، اور بے شک ہم نے آپ پر ایسی آیتیں اتاری ہیں جو حق کو آشکارہ کرنے والی ہیں اور ان کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو نافرمان ہیں"۔

میں نے عرض کیا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے میں آپ کو یہودیوں سے ہونے والی بات چیت کے بارے میں ہی بتانے آیا تھا لیکن اللہ تعالی نے جو کہ بہت باریک بین اور سب کچھ جاننے والا ہے آپ کو مجھ سے پہلے ہی بتا دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد دین اسلام (پر عمل کرنے اور اس کی تصدیق کرنے) میں پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گیا۔ (اسباب النزول، سورۂ بقرہ: ۹۸)

علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے ان آیات کے شان نزول سے متعلق ایک اور واقعہ نقل کیا ہے کہ:

''جب حضور نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو (ایک یہودی عالم) عبداللہ بن صوریہ آپ کے پاس آ کر کہنے لگا ''اے محمد! آپ کی نیند کیسی ہے؟ ہمیں نبی آخر الزمان کی نیند کے بارے میں ایک خاص بات بتائی گئی ہے'' آپ ﷺ نے فرمایا ''میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا'' اس نے کہا ''آپ نے سچ فرمایا، اچھا یہ بتلایئے بچے کی تخلیق مرد کے مادۂ منویہ سے ہوتی ہے یا عورت کے مادے سے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''ہڈیاں، پٹھے اور رگیں مرد کے مادے سے بنتے ہیں، جب کہ گوشت، خون، ناخن اور بال عورت کے مادے سے بنتے ہیں'' اس نے کہا ''آپ سچ فرماتے ہیں، اچھا کیا وجہ ہے کہ آدمی (شکل وصورت میں) کبھی ددھیال والوں کے مشابہ ہوتا ہے کبھی ننھیال والوں کے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرد اور عورت میں سے جس کا پانی (یعنی منی) دوسرے کے پانی پر غالب آجائے (بچے میں) اسی کے خاندان کی شباہت آجاتی ہے'' ابن صوریہ نے آپ ﷺ کی تصدیق کی

اور کہا کہ ’’یہ بتایئے کہ اسرائیل (یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام) نے اپنے اوپر کونسا کھانا حرام کرلیا تھا؟ توراۃ میں ہے کہ اس بارے میں نبی اُمی صحیح خبر دیں گے‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا ’’میں تمھیں اس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ نازل کی کیا تمھیں معلوم ہے کہ اسرائیل جب سخت بیمار ہوئے اور ان کی بیماری نے طول پکڑ لیا تو انھوں نے یہ منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اس بیماری سے صحت عطا فرمادیں تو میں خود پر اپنا سب سے مرغوب کھانا اور مشروب حرام کرلوں گا اور وہ اونٹوں کا گوشت اور ان کا دودھ تھا‘‘ اس نے کہا ’’جی ہاں (ایسا ہی ہے) بس ایک بات رہ گئی ہے اگر آپ وہ بھی بتلا دیں تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا، وہ یہ کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر آنے والا فرشتہ کونسا ہے؟‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا ’’جبریل‘‘ اس نے کہا وہ تو ہمارا دشمن ہے جنگ و جدال کے احکام لاتا ہے، ہمارا فرشتہ تو میکائیل ہے جو بشارتیں سناتا ہے اور سہولت والے احکام لاتا ہے، اگر آپ پر بھی وہی (یعنی میکائیل) وحی لاتا ہوتا تو ہم آپ پر ایمان لے آتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اس دشمنی کا سبب کیا ہے؟ تو ابن صوریہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پر وحی نازل کی کہ بخت نصر نامی شخص کے زمانے میں بیت المقدس ویران کردیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے ہم سے اس (بخت نصر) کی صفات بھی بیان کیں، لہٰذا ہم نے (یعنی ہمارے آباؤ اجداد نے) اس کی تلاش شروع کی اور جب اسے پالیا اور کچھ آدمیوں کو اسے قتل کرنے کے لیے بھیجا تو جبریل نے روک دیا اور کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس کے (یعنی بخت نصر کے) قتل پر مامور کیا ہے تو جان لو کہ یہ وہ شخص نہیں ہے جو بیت المقدس کو ویران کرے گا، لہٰذا اسے قتل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے پھر وہ بڑا ہوکر طاقت ور بادشاہ بن گیا اور اس نے ہم سے جنگ کرکے بیت المقدس کو نقصان پہنچایا اور ہمیں (یعنی ہمارے آباؤ اجداد) کو قتل کیا، اس وجہ سے ہم اس سے دشمنی رکھتے ہیں اور میکائیل (جو ہمارا فرشتہ ہے وہ) جبریل کا دشمن ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ’’لیکن میرا کہنا ہے کہ جو جبریل کا دشمن ہوگا وہ میکائیل کا بھی دشمن ہوگا اور وہ دونوں ہر اس شخص کے دشمن ہیں جو ان سے (یعنی ان میں سے کسی ایک سے) دشمنی رکھے‘‘ ابن صوریا نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بات کی تردید کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ دو آیتیں نازل فرمادیں‘‘

’’قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

یَدَیْهِ وَهُدًی وَّبُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ○ مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِیْلَ وَمِیْکٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْکٰفِرِیْنَ" (تفسیر کبیر)

نمبر 9:

فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ

"بڑی شان ہے اللہ کی جو سارے کاریگروں سے بڑھ کر کاریگر ہے۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ○ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ○

"اور ہم نے بنایا آدمی کو چُنی ہوئی مٹی سے، پھر ہم نے اسے ایک ٹپکی ہوئی بوند کی شکل میں محفوظ جگہ پر رکھا، پھر ہم نے اس بوند کو جمے ہوئے خون کی شکل دے دی، پھر اس جمے ہوئے خون کو ایک لوتھڑا بنا دیا، پھر اس لوتھڑے کو ہڈیوں میں تبدیل کر دیا، پھر ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنا دیا، پھر اسے ایسی اٹھان دی کہ وہ ایک دوسری ہی مخلوق بن کر کھڑا ہو گیا)"

(حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں) میں (ان آیات کو سن کر بے ساختہ) بول اٹھا: "فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ" (بڑی شان ہے اللہ کی جو سارے کاریگروں سے بڑھ کر کاریگر ہے) تو اللہ تعالی نے یہی الفاظ {فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ} (قرآن بنا کر) نازل فرما دیئے۔ (اسباب النزول للواحدی کذا فی فتح الباری لابن رجب)

• • •

مولانا شاہ اجمل فاروق ندوی

ارباب مدارس کی خدمت میں چند گذارشات

برصغیر کے اکثر مدارس میں شوال کے مہینے سے نیا تعلیمی سال شروع ہوتا ہے۔ مدارس اسلامیہ کے قیام کا مقصد صرف درس و تدریس نہیں ہے۔ کوئی بھی مدرسہ ہو اور کسی بھی مسلک و مشرب سے تعلق رکھتا ہو، صرف پڑھنے پڑھانے کو اپنے قیام کا مقصد نہیں بتاتا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ مدارس کا قیام اشاعت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ہوا ہے۔ دینی تعلیم کو سیکھنے سکھانے کی روایت مرد و خواتین میں مدارس کے قیام سے پہلے بھی قائم تھی۔ لیکن 1857 کے بعد مدارس اسلامیہ کے قیام کا جو سلسلہ شروع ہوا، اُس کا مقصد مسلمانوں کو مایوسی کے گڑھے سے نکال کر شاہراہِ امید پر لا کھڑا کرنا تھا۔ ناکامی کے غار سے کھینچ کر کامیابی کی بلندیوں تک پہنچانا تھا۔ لڑکوں کے مدارس کے آغاز کے کافی عرصے بعد لڑکیوں کے مدارس کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ لڑکیوں کے بھی تقریباً تمام مدارس کے مقاصد میں دعوت دین، اعلاء کلمۃ اللہ، اصلاح معاشرہ اور اس طرح کی دوسری اصطلاحات شامل ہوتی ہیں۔ یعنی مقاصد کے لحاظ سے لڑکوں اور لڑکیوں کے مدارس کا معاملہ یکساں ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ لڑکیوں کے مدارس کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ دینی مزاج بن جائے اور انھیں شریعت کا بنیادی علم ہو جائے۔ اس سوچ کے حامل افراد سخت غلطی پر ہیں۔ صرف دینی مزاج بنانے یا شریعت کا بنیادی علم دینے کے لیے اتنا بڑا انظام چلانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ یہ مقصد تمام مسالک کے علماء کی چند بنیادی کتابوں کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر دیوبندی مکتبۂ فکر میں تقویۃ الایمان (شاہ اسمٰعیل شہیدؒ)، بہشتی زیور (مولانا تھانویؒ) اور تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہؒ) کے ذریعے یہ مقصد بہ آسانی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اب تک یہی ہوتا آیا ہے۔ ہمارے خاندانوں کی دین دار

خواتین اور بڑی بوڑھیاں عالمہ فاضلہ نہیں ہوتی تھیں۔ ان ہی کتابوں کو پڑھ کر دین سیکھتی تھیں اور اولاد کی دینی تربیت کرتی تھیں۔ معلوم ہوا کہ لڑکیوں کے دینی مدارس کے قیام کا مقصد بھی لڑکوں کے مدارس کی طرح ان بنیادی مقاصد سے بہت آگے ہے یا ہونا چاہیے۔

مدارس کے مقاصد کی بلندی واضح ہوتے ہی یہ ضرورت سامنے آتی ہے کہ ہمارے مدارس میں ان بلند مقاصد کے حصول کی تیاری کا بھی معقول نظم ہونا چاہیے۔ حیرت اور افسوس کی بات یہ ہے کہ اکثر مدارس میں اس تیاری کا کوئی معقول نظم نہیں ہے۔ لڑکیوں کے مدارس میں تو نتیجہ بالکل صفر نظر آتا ہے۔ ہمارے علم میں لڑکیوں کے مدارس میں سے کسی ایک مدرسے میں بھی کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے، جو فکری، علمی اور دعوتی تیاری کے لیے قائم کیا گیا ہو اور پوری طرح سرگرم بھی ہو۔ جب کہ اس سلسلے میں لڑکوں کے مدارس کا اوسط نکالا جائے تو مشکل سے چار یا پانچ کا اوسط نکلے گا۔

جن مدارس میں فکری تربیت کے شعبے قائم ہیں، وہ یا تو بالکل معطل ہیں یا اُن کا رخ غلط ہے۔ وہ زمانے کے فکری چیلنجوں سے آنکھیں موند کر مسلکی یا جماعتی دفاع کو ہی دعوتی یا فکری تیاری کا نام دیے بیٹھے ہیں۔ مدارس اسلامیہ کی ساری کوششیں، محنتیں اور سرگرمیاں سر آنکھوں پر، لیکن اس خلاء کی موجودگی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا نئے تعلیمی سال کے آغاز پر تمام مدارس اسلامیہ کے ذمے داران سے عاجزانہ اور مخلصانہ گزارش ہے کہ اس جانب فوراً متوجہ ہوں۔ دنیا کے موجودہ حالات ہمیں اب مزید سوچنے یا انتظار کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اس سلسلے میں چند رہنما نکات پیش کیے جارہے ہیں:

(1) ایک علمی، فکری و دعوتی شعبہ قائم کیا جائے اور اس کا کوئی مناسب نام رکھا جائے۔

(2) اس شعبے کے لیے ایک لائبریری تیار کی جائے، جس میں علمی و فکری موضوعات پر اہم کتابیں جمع کی جائیں۔

(3) فراغت کے بعد ایک سال کا ایک مستقل کورس کرایا جائے۔ لڑکیوں کے مدارس میں آخری درجے کی طالبات کو آخری سال کی تعلیم کے ساتھ بھی اس شعبے سے جوڑا جاسکتا ہے، یا کم از کم چھ ماہ مستقل اس شعبے کے لیے خاص کیے جائیں۔

(4) ایک نصاب تیار کیا جائے، جس میں عصر حاضر کے تمام اسلامی افکار و نظریات اور عالم اسلام کے اہم فکری و سیاسی مسائل کا گہرا مطالعہ شامل ہو۔ ساتھ ہی اسلامی تاریخ کی اہم شخصیات اور ان کے افکار

وخدمات کا جائزہ بھی شامل نصاب ہو۔

(5) نصاب میں تمام غیر اسلامی افکار اور اسلام مخالف تحریکات (سوشلزم، کمیونزم، لبرلزم، کیپٹل ازم، نسائیت، ماسونیت، صہیونیت، برہمنیت، مشنریز، استشراق وغیرہ) کا گہرا مطالعہ اور ان کا علمی رد بھی شامل ہو۔

(6) اس نصاب میں قدیم اسلامی علمی مآخذ یعنی ہر فن کے اہم مراجع سے واقفیت بھی کرائی جائے اور جدید آلات علم (نیٹ پر اہم علمی ویب سائٹس، کمپیوٹر، لیپ ٹاپ، ٹیبلٹ، ڈیجیٹل لائبریری، پروجیکٹر، آن لائن ٹیچنگ وغیرہ) کی بنیادی معلومات بھی پیش کی جائے۔

(7) زمانے سے واقفیت اور اپنی بات دنیا تک پہنچانے کے لیے الیکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا اور سوشل میڈیا کے اہم چینلوں اور مرکزوں کا تعارف اور ان تینوں میڈیاؤں کے مثبت وتعمیری استعمال کی تربیت بھی دی جائے۔

(8) اوپر پیش کیے گئے چھٹے اور ساتویں نکتے میں ذکر کی گئی چیزوں کی تربیت صرف زبانی نہ ہو، بلکہ طلبہ کو عملی تربیت دی جائے اور ایک متعینہ نظام کے تحت ان چیزوں کے درمیان کچھ وقت گزارنے کا موقع بھی دیا جائے۔

(9) اس شعبے کی تعلیم دو طرح سے ہو

(الف) مطالعے اور تحریری وتقریری شکل میں مطالعے کے نتائج پیش کرنا۔

(ب) مختلف موضوعات کے ماہرین کے محاضرات یا لکچرز کا انعقاد کرنا۔

(10) اس شعبے کے لیے ایک مناسب بجٹ مخصوص ہو، جسے محاضرین کی آمدورفت، طلبہ کے تعلیمی وعلمی دوروں، کتابوں اور دوسری تعلیمی چیزوں کی خرید وفروخت وغیرہ پر خرچ کیا جائے۔

(11) طلبہ کو تحریری مشق کرائی جائے اور جو علمی وتحقیقی مقالات وہ تیار کریں، انھیں ملک وبیرون ملک کے اعلیٰ مجلّات میں شائع کرایا جائے۔

(12) طلبہ کے درمیان ہونے والے علمی مذاکرات یا جلسوں کی ویڈیو ریکارڈنگ کرائی جائے اور انھیں ممکنہ ذرائع سے عام کیا جائے۔

(ان دونوں نکات ۱۰/ اور ۱۱/ سے دو اہم فائدے ہوں گے۔ طلبہ کی حوصلہ افزائی اور امت کی علمی ودینی خدمت)

(13) طلبہ کو وقتاً فوقتاً اہم کتب خانوں، مختلف میدانوں کی اہم شخصیات، مختلف جماعتوں اور تنظیموں کے سربراہان، میوزیموں، اہم جلسوں اور تاریخی مقامات میں لے کر جایا جائے۔

(14) طلبہ کی علمی وفکری تیاری پر اکتفا نہ کیا جائے، بلکہ ان کے سامنے مستقبل کے ممکنہ معاشرتی، خاندانی اور مالی مسائل کو پیش کر کے واضح خاکہ بھی پیش کیا جائے کہ زندگی کے مسائل میں وہ اپنے دعوتی وفکری کاموں کو کس طرح جاری رکھیں۔

(15) کورس کی تکمیل پر باقاعدہ امتحانات ہوں اور کامیاب ہونے والے طلبہ کو ایک مستقل سند دی جائے۔

(16) کورس کی تکمیل کے بعد بھی شعبہ تمام طلبہ سے مسلسل رابطے میں رہے۔ وقتاً فوقتاً ایک ساتھ جمع ہو کر موجودہ علمی ودعوتی سرگرمیوں پر تبادلۂ خیال کیا جائے اور مستقبل کے علمی ودعوتی کاموں کا خاکہ تیار کر کے کاموں کو تقسیم کیا جائے۔

(17) مذکورِ بالا تمام کاموں کے ساتھ ایک چیز ہر حال میں وابستہ رہنی چاہیے۔ وہ یہ کہ کورس کے درمیان لازمی طور پر ایسے طریقے استعمال کیے جاتے رہیں، جن کے ذریعے طلبہ کے اندر تعلق مع اللہ، اتباع سنت، سلف وخلف کا احترام، ماضی میں ہونے والی تمام دینی کوششوں کی مکمل قدردانی، اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے سب کچھ قربان کر دینے اور ظاہر وباطن دونوں لحاظ سے صبغۃ اللہ (اللہ کے رنگ) میں رنگ جانے کا ذوق وشوق پیدا ہو۔ اگر اس چیز کا اہتمام نہ کیا جا سکا تو ساری محنت اکارت چلی جائے گی۔

ہم نے مختصراً چند نکات پیش کر دیے ہیں۔ اگر ان خطوط پر مدارس اسلامیہ میں اس طرح کا شعبہ قائم کیا جاتا ہے، تو ان شاء اللہ بہت جلد بہت مثبت نتائج برآمد ہونے لگیں گے۔

مولانا سعید احمد جلال پوری شہید

دینی مدارس اور علماء کا کردار

(درسِ نظامی پر اشکالات کے جواب میں)

گزشتہ دنوں ایک دینی مدرسہ کے طالب علم نے نہایت اضطراب کی حالت میں اور ڈرتے ڈرتے ایک سوال نامہ پیش کیا اور اس کے جواب کی فرمائش کی، ایک صبح اٹھ کر جواب لکھنے بیٹھا تو خلاف معمول ایک ہی نشست میں اُسے مکمل کر دیا، جو کسی قدر نوک پلک درست کرنے کے بعد نذرِ ناظرین ہے:

حضرت محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت! بندے کے دل میں کافی عرصے سے مدارس کے نصاب کے متعلق چند اشکالات وسوالات ہیں، جنھوں نے ایک اضطرابی کیفیت پیدا کی ہوئی ہے، لہٰذا بندہ اس سے خلاصی پانے کیلئے تمام اشکالات کو آپ کی نظر کرنا چاہتا ہے۔ امید ہے کہ شفقت کے ساتھ سوالات کا جواب مرحمت فرمائیں گے۔

(۱) مدارس میں جدید فقہی مسائل کیوں نہیں پڑھائے جاتے؟ حالانکہ وہ تمام قدیم مسائل پوری تشریح وتوضیح اور دلائل وبحث کے ساتھ پڑھائے جاتے ہیں، جن کی ہمارے دور (زمانے) میں دُور کی بھی مماثلت نہیں پائی جاتی، اور ان مسائل کی موجودہ زمانے کے لحاظ سے تطبیق دینا بھی ممکن نہیں، ہمیں یہ سب تو پڑھایا جاتا ہے؛ لیکن مروّجہ سودی نظام، لیزنگ، بیمہ پالیسی، بینکنگ، اکاؤنٹ اور پرائز بانڈ وغیرہ کے بارے میں ہم بالکل ناآشنا ہیں۔

(۲) موجودہ زمانہ میں سونے اور چاندی کی قیمتوں میں انتہائی تفاوت کی وجہ سے زکوٰۃ کا نصاب کیا ہونا چاہئے؟

(۳) موجودہ زمانہ کے لحاظ سے عشر وخراج کا طریقہ کیا ہونا چاہئے؟ اور ہماری زمینیں عشری ہیں

یا خراجی؟

(۴) کاغذی نوٹ کے بارے میں شریعت کی نظر میں ثمنیت کا کیا اعتبار ہے؟ حالانکہ جب کاغذی نوٹ کا اجرا کیا گیا تو اس کو سونے اور چاندی کے مساوی قرار دیا گیا، اب اس میں تفاوت پایا جاتا ہے، اس بارے میں کچھ نہیں پڑھایا جاتا۔

(۵) تفسیر میں صرف تفسیر عثمانی پر ہی کیوں اقتصار کیا جاتا ہے؟ قرآن وحدیث کی حقانیت کو آج کی سائنس ثابت کررہی ہے، ہمیں اس لحاظ سے کیوں نہیں پڑھایا جاتا؟ حالانکہ ایک عام دنیادار پروفیسر، علماء سے زیادہ اس کی تحقیق رکھتا ہے، اور جدت پسندوں کو ہمیں رجعت پسند کہنے کا موقع ہاتھ آجاتا ہے۔

(۶) مدارس میں پانچ سال تک منطق کیوں پڑھائی جاتی ہے؟ اور اس میں فضول قسم کی قیل وقال کی جاتی ہے؟ جن کا نہ فائدہ ہے اور نہ افادہ؟

(۷) مدارس میں پانچ سال تک نحو کیوں پڑھائی جاتی ہے؟ "کلمہ کی تعریف کو کلام کی تعریف پر کیوں مقدم کیا؟ کلام کی تعریف کو کلمہ کی تعریف سے کیوں موخر کیا؟" اس قسم کے فضول فلسفے پڑھائے جاتے ہیں، اور نتیجہ یہ ہے کہ دس سال تک عربی تکلم پر قدرت ہے، نہ انشاء پر۔

(۸) مدارس میں تقابل ادیان سے متعلق کسی قسم کا مواد نہیں پڑھایا جاتا، سوائے ان معتزلہ کے، جن کا وجود دنیا میں نہیں رہا۔

(۹) دس سال مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے والا شہریت، جغرافیہ اور انگریزی سے نابلد رہتا ہے اور اپنی قومی زبان پر بھی مکمل دسترس حاصل نہیں کرپاتا۔ مدارس میں رائج اس نصاب کی وجہ سے مدارس کے فضلاء میں درج ذیل خرابیاں پیدا ہوگئیں:

(الف) مدارس سے ایسا طبقہ پیدا ہوا جسے معاشرے نے قبول نہیں کیا۔

(ب) مدارس دیہاتی ماحول اور چھوٹے طبقے تک محدود ہوگئے اور اہل ثروت کا مدارس کی طرف رجحان ختم ہوگیا۔

(ج) علماء کے اندر سے تحقیقی کام کا ذوق ختم ہوتا چلا گیا۔

(د) علماء محدود ذہن کے ہوگئے۔

(ھ) اس کے علاوہ کئی وجوہات حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم کے اس مکتوب

گرامی سے بھی معلوم ہوتی ہیں، جو درج ذیل ہے:

"مکرمان ومحترمان حضراتِ اکابر وذمہ دارانِ مدارس السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ پاک کا شکر ہے! بندہ بعافیت ہے، امید ہے بعافیت ہوں گے، آج ذمہ داران مدرسہ کو ایسے علماء تیار کرنے چاہئیں، جن کی پڑھنے ہی کے زمانہ میں پڑھانے کی نیت کرائی جائے، وہ فارغ ہوکر پڑھائیں اور پڑھنے ہی کے زمانہ میں تھوڑا تھوڑا وقت لگا کر دعوت وتبلیغ سے مناسبت پیدا کریں، اور پڑھنے کے زمانہ میں جس کی طرف اس کا رجحان ہو، بیعت کا تعلق کرادیں، تاکہ پڑھنے کے ساتھ سلوک سے مناسبت ہوجائے، پھر وہ جہاں بیٹھے تینوں کام کرنے والا ہو: ایک طرف تعلیم دے رہا ہو، اور ایک جگہ تبلیغ کی خدمت کررہا ہو، اور ایک طرف اپنے معمولات پورے کررہا ہو، اور دوسروں کے معمولات پورے کرانے کا ذریعہ بن رہا ہو، آج پوری دنیا میں ہر سال اتنے علماء فارغ ہونے کے باوجود، مکاتب میں پڑھانے والے نہیں ملتے، مدارس کی کتابیں پڑھانے والے نہیں ملتے، مراکز میں جماعتیں لے کر چلنے والے نہیں ملتے اور خانقاہوں میں ذاکرین کی وہ مقدار نہیں ہوتی جیسی ہونی چاہئے، پوری دنیا میں جو کچھ اس لائن سے نظر آرہا ہے، وہ صُفّہ پر ایک ہی جگہ ہورہا تھا، وہیں مبلغین تیار ہورہے تھے، وہیں مجاہدین تیار ہورہے تھے، آج ضرورت اس بات کی ہے کہ صُفّہ کی ترتیب پر سارے اعمال ایک ہی جگہ ہورہے ہوں، میں آپ حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ پوری دنیا میں یہ ماحول بنایا جائے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

فقط والسلام

محمد طلحہ کاندھلوی

۲۱/محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

اللہ تعالیٰ ہمیں علم نافع عطا فرمائے، آمین۔ اللّٰھم انی اعوذبک من علم لاینفع

بندہ محمد عبداللہ، کراچی

جواب:

میرے عزیز! آپ نے سوالوں کے ساتھ جواب کی جگہ تو چھوڑی نہیں، تاہم الگ کاغذ پر آپ کے تمام سوالات کا مختصر سا جواب نمبروار درج کیا جاتا ہے:

(۱) میرے عزیز! یہ تو آپ کو بھی معلوم ہوگا کہ اسلامی شریعت کے ماخذ چار ہیں: قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس۔ اور ان سب کی اصل، بنیاد اور منبع قرآن کریم ہے، اسلئے کہ قرآن کریم میں بعض احکام تو صراحتاً مذکور تھے، اور جو احکام قرآن کریم میں صراحتاً مذکور نہیں تھے، آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں ان کی وضاحت فرمادی، اسلئے حدیث بھی قرآن کریم کی شرح وتفسیر ہے، پھر جو احکام ومسائل قرآن وحدیث میں صراحتاً مذکور نہیں تھے، حضرات صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین اور اکابر علمائے امت نے انہیں ان دو بنیادوں یعنی قرآن وحدیث کی روشنی میں مستنبط فرمایا، اور جن مسائل پر اکابر کا اجماع ہوگیا، وہ اجماعی مسائل قرار پائے، پھر جو مسائل اس کے علاوہ تھے، انہیں ان تین بنیادوں سے ماخوذ اصولوں پر قیاس کر کے معلوم کیا گیا اور اسی کا نام "فقہ" ہے۔ لہٰذا فقہ میں پہلے اصول اور کلیات کا درس دیا جاتا ہے، اگرچہ اس میں بیشتر جزئیات سے بھی بحث کی جاتی ہے، مگر چونکہ جدید فقہی مسائل ہر دور کے الگ الگ ہوتے ہیں، لہٰذا حضرات علماء کرام نے فقہ کے اصول وضع فرما کر ہر دور کے علماء کو اس قابل بنادیا کہ وہ ان اصولوں کی روشنی میں جدید فقہی مسائل کو سمجھا اور پڑھا سکیں۔

اگر موجودہ دور کے جدید مسائل کو اسی تناظر میں دیکھا جائے تو اکابر علماء اور اربابِ دینی مدارس نے بنیادی طور پر ان کا درس دیا ہے، چنانچہ قدوری، کنز اور ہدایہ سمجھ کر پڑھ لی جائیں یا بالفاظ دیگر ہضم کر لی جائیں تو سود، جوا اور لاٹری کی تمام مروّجہ شکلیں اور ان کا حکم بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ علماء جدید مسائل کیوں نہیں پڑھاتے؟ درحقیقت فقہ اور اصول فقہ سے لاعلمی کی علامت ہے۔

قدیم مسائل پوری توضیح وتشریح سے پڑھانے کا مقصد بھی یہی ہے کہ جن طلبہ وعلماء کو یہ اصول سمجھ میں آجائیں گے، اُن کو ان اصولوں کی روشنی میں جدید مسائل کا سمجھنا آسان ہوجائے گا، اور جو شخص قدیم مسائل اور ان کے اصول سمجھ لے گا، اس کو جدید مسائل سمجھنا اور ان کی تطبیق دینا آسان ہوجائے گا، مثلاً بیع قبل القبض، حرام اشیاء کی بیع، قسطوں کا کاروبار، بیمہ، لیزنگ وغیرہ، کونسا ایسا مسئلہ ہے جو فقہائے امت نے بیان نہیں فرمایا؟ تاہم اکابر علماء امت کے فتاویٰ اور ان کی تصنیفات میں ان پر مستقل بحث کی گئی ہے، جو کسی صاحب علم وعقل پر مخفی نہیں، کوئی ایک ایسا مسئلہ بتلایا جائے جو ان اصول، قواعد اور کلیات سے ماورا ہو اور اس پر علماء نے کوئی راہنمائی نہ کی ہو؟

(۲) آپ کا ارشاد کہ: سونے، چاندی کی قیمتوں میں انتہائی تفاوت کی وجہ سے اب زکوٰۃ کا نصاب کیا

ہونا چاہئے؟ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ:

دور حاضر کے مفتیان کرام اور ہندو پاک کے اربابِ تحقیق نے ان دونوں نصابوں (سونا اور چاندی) میں سے جو سستا ہو، اس کو وجوبِ زکوٰۃ کے لئے معیار قرار دیا ہے، اس لئے چاندی کے نصاب پر وجوبِ زکوٰۃ اور وجوبِ قربانی کا حکم ہے، یہ اگر ایک طرف انفع للفقراء ہے تو وہاں احوط بھی ہے، کیونکہ اگر خدانخواستہ عنداللہ اس آدمی پر زکوٰۃ فرض تھی اور ہم نے اغنیاء کے نفع اور ان کی مشکلات کو پیش نظر رکھ کر اس کو زکوٰۃ سے بری قرار دے دیا تو وہ عنداللہ مجرم ہوگا۔

پھر یہ بھی دیکھا جائے اور غور کیا جائے کہ شریعت کے احکام میں ضعفاء اور فقراء کا خیال رکھا گیا ہے، نہ کہ مالداروں اور طاقتوروں کا، گویا سونے کو نصاب قرار دینے کی صورت میں تو شاید و باید ہی کسی پر زکوٰۃ اور قربانی واجب ہو سکے گی، اس سے دولت کا ارتکاز ہوگا اور غرباء وفقراء محتاج تر ہو جائیں گے۔

بہر حال میں نہ تو مجتہد ہوں اور نہ ہی مفتی، البتہ اکابر اساتذہ ومفتیانِ کرام کا جدید وقدیم فتویٰ یہی ہے کہ نصاب کا معیار ان دو چیزوں میں سے وہ ہے جو سستی ہو، اور چونکہ چاندی سستی ہے، اس لئے وہی نصاب ہے، اور ایسے شخص پر جو چاندی کے نصاب کا مالک ہو، زکوٰۃ اور قربانی واجب ہے۔

(۳) موجودہ زمانے کے لحاظ سے عشر وخراج کا طریقہ اور زمینوں میں سے عشری وخراجی کی تعیین کے سلسلہ میں عرض ہے کہ: جہاں تک ہمارے ملک کی زمینوں کی شرعی حیثیت کا تعلق ہے، چونکہ یہ معلوم نہیں کہ ان میں سے کون سی عشری اور کون سی خراجی ہے؟ اسلئے احتیاط اسی میں ہے کہ سب کو عشری قرار دے کر سب کا عشر ادا کیا جائے، اسلئے اگر زمین بارانی ہو کہ صرف ہل چلا کر بیج ڈال دینے پر فصل تیار ہو جائے تو اسکی آمدنی پر عشر ہوگا یعنی آمدنی کا دسواں حصہ دیا جائیگا اور اگر اسکے اوپر پانی، کھاد اور اسپرے وغیرہ کے دوسرے اخراجات آتے ہوں تو نصف عشر یعنی آمدنی کا بیسواں حصہ بطور عشر دیا جائیگا۔

(۴) جہاں تک کاغذی نوٹ کی حیثیت کا تعلق ہے، اس سلسلہ میں عرض ہے کہ کاغذی نوٹ چونکہ عام طور پر اس سونے، چاندی کا بدل یا زرِ ضمانت ہوتے ہیں، جس کی بنیاد پر کاغذی نوٹ جاری کئے جاتے ہیں، اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ انہیں سونے کا بدل تصور کیا جائے اور ان کے عوض سونے، چاندی کی ادھار خرید وفروخت نہ کی جائے، جبکہ بعض دوسرے حضرات ان کو ثمن عرفی قرار دیتے ہیں، اس لئے اُن کے ہاں ان کا حکم زرِ ضمانت کا نہیں، لہٰذا اُن کے ہاں کاغذی نوٹوں کے عوض سونے، چاندی کی ادھار خرید و

فروخت جائز ہے۔

آپ کا یہ فرمانا کہ: اس بارے میں کچھ نہیں پڑھایا جاتا، اس لئے نادرست ہے کہ میرے نزدیک یہ اضافی بحث ہے، تاہم اکابر نے اس پر مستقل تصنیفات فرمائی ہیں اور اکابر کے مطبوعہ فتاویٰ میں بھی اس کی تفصیلات موجود ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ ابتدائی طلبہ کے پڑھانے کی چیز نہیں، اس لئے کہ یہ ان کی ذہنی سطح سے اونچی چیز ہے، ہاں جو طلبہ تکمیل درسِ نظامی کے بعد فقہ میں تخصص کرتے ہیں، ان کو یہ موضوع بھی پڑھایا جاتا ہے اور وہ اس سے باخبر ہوتے ہیں۔

جس طرح دنیا کے دوسرے علوم وفنون میں ابتداء اصول وکلیات پڑھائے جاتے ہیں، اسکے بعد خاص خاص شعبوں میں تخصصات کرائے جاتے ہیں، ٹھیک اسی طرح یہاں بھی وہی اصول کارفرما ہے، مثلاً: جیسے ڈاکٹر بننے والوں کو پہلے ایم بی بی ایس کا کورس کرایا جاتا ہے، اسکی تکمیل کے بعد پھر طلبہ کی دلچسپی کے پیش نظر ان کے منتخب کردہ موضوعات، مثلاً: دل، دماغ، جگر، معدہ، سینہ، کان، ناک اور حلق کے امراض اور ان کی جراحی کے اصول وفروع میں تخصص کرائے جاتے ہیں، اور ایسا شخص اس شعبہ کا ماہر کہلاتا ہے، بالکل اسی طرح یہاں بھی وہی انداز اپنایا جاتا ہے کہ پہلے مطلقاً فقہی اصول ومبادیات کی تعلیم دی جاتی ہے، اس کی تکمیل کے بعد طلبہ کی دلچسپی کے پیش نظر حدیث، فقہ، دعوت وارشاد، معاشیات اور اقتصادیات میں تخصصات کرائے جاتے ہیں، اسلئے کہ جو طالب علم، نفس فقہ اور اس کے اصول ومبادیات سے ناآشنا ہو، اس کو ان مخصوص مسائل میں الجھانے سے کیا اس کا دماغ منتشر نہیں ہوگا؟

(۵) آپ کا یہ ارشاد کہ: "تفسیر میں صرف تفسیر عثمانی پر ہی کیوں اقتصار کیا جاتا ہے؟" اس لئے ناقابل فہم ہے کہ تفسیر عثمانی درسِ نظامی اور وفاق المدارس کے نصاب میں شامل نہیں ہے، اگر کوئی مدرسہ یا کسی مدرسہ کا کوئی استاذ اس کو درساً پڑھاتا ہے تو یہ اس کا انفرادی عمل ہے، بہرحال مقصود تو نفس قرآن کریم کا ترجمہ وتشریح ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اساتذہ اس تفسیر سے استفادہ کرتے ہیں اور طلبہ کو بھی اس تفسیر سے استفادہ کی ترغیب دیتے ہیں، اور ایسا کرنا اس لئے مناسب ہے کہ تفسیر عثمانی کے مطالعہ سے نفس قرآن کریم سمجھ میں آجاتا ہے، لہٰذا تفسیر عثمانی کے مطالعہ کی ترغیب بھی اسی اصول کے پیش نظر ہے کہ طلبہ کو نفس قرآن کریم سمجھ میں آجائے، اور طلبہ غیر ضروری طویل لاطائل ابحاث میں نہ الجھیں، پھر جب نفس قرآن کریم سمجھ

میں آجائے گا اور استعداد پیدا ہوجائے گی تو دوسری طویل ومبسوط تفسیروں سے استفادہ بھی آسان ہوجائے گا۔

اگر غور کیا جائے تو تفسیر عثمانی تمام متداول اردو تفاسیر کا اختصار وخلاصہ ہے۔ اربابِ علم ودانش جانتے ہیں کہ تفسیر عثمانی "دریا بکوزہ" کا مصداق ہے، چنانچہ جو شخص پہلے تمام متداول عربی تفاسیر کا بغور مطالعہ کرے اور پھر تفسیر عثمانی کا مطالعہ کرے تو اسے اس کی ایک، ایک سطر، بلکہ ایک، ایک حرف کے مطالعہ سے اندازہ ہوگا کہ یہاں سے کس تفسیر کے کس قول، اعتراض یا اشکال کا جواب اور مختلف تفسیری اقوال میں سے کس قول کو ترجیح دی جارہی ہے۔

اس کے علاوہ برانہ مانیں تو درسِ نظامی میں تین سال تک قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر جلالین مکمل درساً پڑھائی جاتی ہے، جبکہ تفسیر بیضاوی کا ایک حصہ سبقاً پڑھا کر تفسیری انداز اور قرآن کریم کے علوم ومعارف سے بھی طلبہ کو روشناس کرایا جاتا ہے۔

آپ کا یہ ارشاد کہ قرآن وحدیث کی حقانیت کو سائنس سے کیوں ثابت نہیں کیا جاتا، آپ کی بچگانہ سوچ کا مظہر ہے، کیونکہ سائنس سے اگر قرآن وسنت کی حقانیت کو ثابت کیا جائے تو کیا آئے دن تبدیل ہونے والے سائنسی نظریات کی اقتداء میں قرآن وحدیث کے معانی ومفاہیم کو بھی بدلا جائے گا؟ اگر نہیں تو پھر قرآن وسنت کی حقانیت کو سائنس کی ضرورت نہیں، ہاں سائنس قرآن وسنت کے تابع اور اس کی مدد ہے اور اکابر نے اس پر کام کیا ہے، حضرت مولانا شمس الحق افغانی قدس سرہ کی کتاب "سائنس اور اسلام" قابل مطالعہ ہے۔

(۶) دینی مدارس میں منطق اس لئے پڑھائی جاتی ہے تاکہ انسانی دماغ کی گرہیں کھل جائیں، فکری غلطیوں سے حفاظت ہوجائے اور معاندین اسلام کے فکری مغالطوں کا جواب بآسانی دیا جاسکے، پھر چونکہ قدیم وجدید دور کے ملاحدہ عقلیت پسند ہوتے ہیں اور عقلیات کو استعمال کرتے آئے ہیں، اسلئے عقلیت پسندی کے ان مریضوں کا علاج بھی اسی صورت میں ممکن ہوگا جب علماء کو اس فن سے مناسبت یا آگاہی ہوگی۔

اس سے ہٹ کر اکابر علمائے امت کی تصنیفات میں بھی چونکہ منطق وفلسفہ کی اصطلاحات موجود ہیں، لہٰذا جو شخص اس فن سے ناواقف ہوگا، وہ دوسروں کو سمجھانے کی بجائے خود ان علوم سے استفادہ نہیں کرسکے گا، لہٰذا جس طرح قرآن وسنت کی فہم کے لئے علم صرف، نحو، معانی، بدیع، بلاغت وبیان کا جاننا ضروری ہے، اسی طرح منطق کا جاننا بھی ضروری ہے۔ دیکھا جائے تو یہ بھی قرآن وسنت اور علوم نبوت کا خادم علم ہے، جس کی تعلیم نہایت ضروری ہے، پھر اکابر واسلاف کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے تو صاف نظر آئے گا کہ جن، جن اکابر

نے منطق و فلسفہ پڑھا ہے، وہ اپنے، اپنے دور کے یگانہ روزگار تھے، اورانھوں نے کسی بھی میدان میں ناکامی کا منہ نہیں دیکھا، اس لئے چند سال پہلے تک ہمارے علماء اور طلبہ درسِ نظامی سے فراغت کے بعد ایک سال مستقل "تکمیل" کے نام سے ان فنون کو پڑھتے تھے، میرے خیال میں جو طلبہ ان فنون کی افادیت و لذت سے ناآشنا ہیں، وہی ان کی مخالفت کرتے ہیں، ورنہ یہ فن فہم و تفہیم دین میں بہت ہی ممد و معاون ہے، ہاں جو لوگ جس چیز سے ناآشنا ہوا کرتے ہیں، وہی اس کے دشمن و مخالف ہوتے ہیں۔

(۷) نحو کے ذریعہ فعل، فاعل، مفعول، مبتداء، خبر، شرط اور جزا کا پتا چلتا ہے، اگر اس کا پتا نہ چلے تو عربی عبارت کا معنی و مفہوم ہی صحیح طور پر واضح نہیں ہوگا۔ اگر مفعول کو فاعل یا فاعل کو مفعول بنا دیا جائے تو آپ اندازہ لگائیں کہ کس قدر خطرناک حد تک معنی بدل جائے گا، مثلاً قرآن کریم کی سورۂ برأت میں ہے کہ:

ترجمہ: "بے شک اللہ اور اس کا رسول، مشرکین سے بری ہیں۔" (برأت: ۳)

اگر بالفرض کوئی نحو کا فن نہ جانتا ہو اور وہ خدانخواستہ "وَرَسُوْلُہٗ" کا عطف مشرکین پر ڈال کر اس کو مجرور یعنی وَرَسُوْلِہٖ پڑھے اور نعوذ باللہ! اس کا ترجمہ یہ کرے کہ: "اللہ مشرکین سے اور اپنے رسول سے بری ہے" تو وہ کس قدر تحریف کا مرتکب ہوگا، بلکہ قصداً ایسا پڑھنا بدترین کفر ہے، اس لئے نحو کی تعلیم پر زور دیا جاتا ہے تاکہ قرآن و حدیث کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

آپ کا یہ فرمانا کہ دس سال تک تعلیم کے باوجود عربی تکلم پر قدرت ہے، نہ انشاء پر، اس کے جواب میں عرض ہے کہ اکابر علماء نے علم صرف، نحو، ادب اور منطق کی متداول کتب، درسِ نظامی میں اسی غرض سے شامل کی تھیں کہ ان کو پڑھ کر، بلکہ ہضم کر کے قرآن، حدیث، فقہ اور عربیت پر قدرت حاصل ہو جائے، چنانچہ بعض حضرات ان سے کما حقہ استفادہ کر کے دین و شریعت اور علوم نبوت کے علاوہ عربی بول چال پر بھی قدرت حاصل کر لیتے ہیں، جبکہ میرے اور آپ جیسے کوتاہ ہمت، بدمحنت اور ناقص استعداد لوگ اپنی کمی، کوتاہی کو چھپانے کیلئے اس پر اعتراض کرتے ہیں، اس کو فضول جانتے ہیں اور اس پر توجہ نہیں کرتے تو اس کے کما حقہ ثمرات و برکات سے محروم رہتے ہیں، ورنہ ہندو پاک کے وہ اکابر، جن کی عربیت، فصاحت اور بلاغت پر دنیائے عرب سر دھنتی ہے، اور ان کے کلام کو خراجِ عقیدت پیش کرتی ہے، وہ انہی دینی مدارس کے فارغ و فاضل تھے، ان میں سے حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا اعزاز علی، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مولانا محمد یوسف

کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا موسیٰ خان روحانی بازیؒ، مولانا عبدالرشید نعمانیؒ، مولانا عاشق الٰہی بلندشہریؒ، مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختارؒ، مولانا وحیدالزماں قاسمی رحمہم اللہ تعالیٰ، ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا ابوبکر غازی پوری، مولانا سید ارشد مدنی، مولانا محمد تقی عثمانی، مولانا نور عالم خلیل امینی وغیرہ مدظلہم حضرات انہی مدارس کے پڑھے ہوئے ہیں، جن کی عربیت وعظمت کی دنیا معترف ہے۔ آپ بھی اسی شوق ولگن سے پڑھیں تو آپ بھی ان کے مقام پر پہنچ سکتے ہیں۔

کیا عصری اسکولوں میں پڑھنے والے تمام طلبہ مکمل انگلش بول سکتے ہیں؟ اگر نہیں، تو ان پر کیوں اعتراض نہیں؟ جہاں تک عربی بول چال کا تعلق ہے، یہ ماحول اور ممارست کی محتاج ہے، آپ بھی اس کی مشق کریں تو اچھے عربی انشاء پرداز ہوجائیں گے، چنانچہ ہمارے وہ طلبہ جو عرب جامعات میں پڑھنے جاتے ہیں، کیا وہ عربی لکھتے، بولتے نہیں؟

(۸) آپ کا یہ فرمانا کہ ہمارے مدارس میں سوائے معتزلہ کے دوسرے فرق کی تردید اور تقابل ادیان پر کچھ نہیں پڑھایا جاتا، اس سلسلہ میں دیکھا جائے تو ہماری قدیم کتب میں جن فتنہ پردازوں اور ان کے فتنوں کا تذکرہ ہے، آج بھی ان کے جانشین موجود ہیں، مگر ان کے نام اور شبہات کے انداز بدل گئے ہیں، معتزلہ "اعتزال" سے ہے، اور اعتزال کے معنی ہیں: جمہور سے الگ راہ اختیار کرنا، لہٰذا آج بھی جو شخص فرقہ جمہور سے الگ راہ اختیار کرتا ہے وہ معتزلی ہے، معتزلہ بھی عقلیت پسند تھے اور آج بھی عقلیت پسندی کا دور دورہ ہے، لہٰذا عقلیت پسندی کی تردید آج کے دور کے عقلیت پسندوں کی تردید ہے۔

جہاں تک تقابل ادیان کا معاملہ ہے، بحمداللہ! ہمارے دینی مدارس میں اس کی بھی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے، مگر ہر شئ کا ایک موقع محل اور وقت ہوتا ہے، ہمارے اکابر فرماتے ہیں کہ: پہلے اپنا مسلک و مذہب سیکھو، بعد میں تردید باطل سیکھو، یہ تو کوئی عقلمندی نہ ہوئی کہ اپنا دین ومذہب اور مسلک ومشرب تو معلوم نہ ہو اور دوسروں کے پیچھے لٹھ لے کر دوڑنا شروع کردیا جائے، پھر تو وہی لطیفہ ہوگا جس طرح ایک جاہل نے کسی کافر کو ڈنڈا دکھا کر کہا کہ: پڑھو کلمہ، ورنہ قتل کردوں گا، جب ڈرے سہمے کافر نے کہا: کہ چلو پڑھا دو کلمہ، تو بیچارہ ڈنڈا بردار مارے شرم کے بغلیں جھانکنے لگا، اسلئے کہ خود اس کو بھی کلمہ نہیں آتا تھا، چنانچہ دل ہی دل میں کہنے لگا: اے کاش کہ! مجھے کلمہ آتا تو آج ایک کافر مسلمان ہوجاتا۔

(۹) یہ بھی آپ کی بے توجہی ہے کہ مدارس میں دس سال پڑھنے والا شہریت، جغرافیہ اور انگریزی سے نابلد ہوتا ہے، اس لئے کہ پہلے تو دینی مدارس کا موضوع ہی دین پڑھانا ہے، نہ کہ دنیا اور اس کے علوم۔ کیا کبھی کسی اسکول وکالج کے طالب علم سے بھی سوال ہوا ہے کہ ۱۶ سال پڑھنے کے باوجود آپ کو بنیادی اسلامی عقائد اور عربی سے ناآشنائی کیوں ہے؟

جبکہ بحمد اللہ! ہمارے مدارس میں یہ دنیوی علوم اب باقاعدہ پڑھائے بھی جاتے ہیں، اس کے علاوہ دیانت داری کی بات یہ ہے کہ جو شخص دینی مدارس کے اس نصاب کو پڑھ لیتا ہے، اُسے یہ دنیوی علوم محض تھوڑی سی توجہ اور مطالعہ سے بآسانی حاصل ہوجاتے ہیں، اور ایسی کئی ایک مثالیں موجود ہیں، اگر یقین نہ آئے تو راقم کئی ایک مثالیں پیش کرسکتا ہے۔

(۱۰) آپ کا یہ فرمان بھی ناقابل فہم ہے کہ:

(الف) "مدارس میں رائج اس نصاب کی وجہ سے مدارس کے فضلاء میں یہ خرابیاں ہوگئیں کہ: مدارس سے ایسا طبقہ پیدا ہوا جسے معاشرہ نے قبول نہیں کیا۔" اس لئے کہ انہی مدارس سے فارغ ہونے والے علماء نے آج تک امت کی راہنمائی کی ہے، اور ہندو پاک میں موجودہ دینی فضا اور دیانت داری کی ساری شکلیں انہیں علماء کی مرہونِ منت ہیں، ورنہ مصر اور دوسرے کئی عرب ممالک میں خود علماء دینی وضع قطع سے محروم ہیں، وہاں ستر وحجاب کا تصور معدوم ہے، کافروں اور مسلمانوں کی مستورات کے لباس میں عریانی کی حد تک مماثلت ہے، آج جس طرح ہندو پاک میں علماء پر مسلمان اعتماد کرتے ہیں، دوسرے کئی عرب ممالک کے علماء اس اعتماد سے یکسر خالی ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج دینی مدارس اور ان کا خالص دینی ومذہبی نصاب ابنائے کفر کی نگاہ میں کھٹکتا ہے، اگر معاشرے نے ان کو قبول نہ کیا ہوتا تو معاشرہ ان کی تعلیمات کو کیوں اپناتا؟ اور معاشرے کی یہ اچھی حالت کیونکر ہوتی؟

بحمد اللہ! ہندو پاک میں اس نصاب اور مدارس کی اس کارکردگی کا نتیجہ ہے کہ یہاں دینی مراکز قائم ہیں، خانقاہیں آباد ہیں، تبلیغی جماعت اپنا کام کررہی ہے، قادیانیوں اور دوسرے لادینی طبقات کا ناطقہ بند ہے، مساجد و مدارس آباد ہیں، لوگوں کے چہروں پر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شادابی ہے، خواتین ستر وحجاب سے مزین ہیں، دینی اسکول اور حفظ قرآن کے مدارس میں لاکھوں مسلمان بچے تعلیم حاصل کررہے ہیں، اور بحمد اللہ! کراچی ہی میں ماہانہ ڈھائی سے تین ہزار روپے فیس دے کر مسلمان اپنے بچوں کو

حفظ قرآن اور دینی وعصری تعلیم دلا رہے ہیں، کیا اب بھی کہا جائے گا کہ معاشرے نے ان کو قبول نہیں کیا؟

(ب) آپ کا یہ فرمان کہ: "مدارس دیہاتی اور چھوٹے طبقہ کے لئے محدود ہو گئے اور اہل ثروت کا مدارس کی طرف رجحان ختم ہو گیا" کم از کم میرے لئے نا قابل قبول ہے، اس لئے کہ بحمد اللہ! مدارس میں اب ایک تعداد ان بچوں کی ہے جو لکھ پتی نہیں، کروڑ پتی خاندانوں سے تعلق رکھتی ہے، اگر اہل ثروت کا ان مدارس کی طرف رجحان ختم ہو گیا ہوتا تو یہ مدارس بند نہ ہو گئے ہوتے؟ حالانکہ ان مدارس میں سے متعدد ایسے بھی ہیں جن کا سالانہ میزانیہ کروڑوں کا ہے، آخر یہ فنڈ کہاں سے آتا ہے؟ یہ اہل ثروت کے مدارس کی طرف رجحان کی دلیل ہے یا رجحان کے ختم ہونے کی؟ آپ ہی فیصلہ فرمائیں؟

پھر اگر کچھ محروم القسمت ان مدارس کی طرف توجہ نہیں کرتے یا ان کو یہ نظام ناپسند ہے، تو اس میں اس دور کے اہل ثرورت کی کیا تخصیص ہے؟ یہ طبقہ تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی تھا، جو کہا کرتا تھا:

ترجمہ: "جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد ہیں، ان پر خرچ نہ کرو، یہاں تک کہ تنگ آ کر وہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں۔" (منافقون:۷)

آپ ہی ارشاد فرمائیں کہ کیا نعوذ باللہ! یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام تعلیم کے نقص کی وجہ سے تھا؟ یا ان محروم القسمت کی شقاوتِ ازلی کی بدولت؟

پھر یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ دین کا ساتھ دینے والے ہمیشہ کمزور اور نچلے طبقہ کے لوگ رہے ہیں، جبکہ اصحابِ ثروت الا ماشاء اللہ! ہمیشہ اس کے مخالف رہے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

ترجمہ: "اور جب ہم نے چاہا کہ غارت کریں کسی بستی کو، حکم بھیج دیا اس کے عیش کرنے والوں کو، پھر انھوں نے نافرمانی کی اس میں، تب ثابت ہو گئی ان پر بات، پھر اکھاڑ مارا ہم نے انکو اٹھا کر۔" (بنی اسرائیل:۱۶)

میرے عزیز! غریبوں کا دین پڑھنا یا دین کو اپنانا اور مال داروں کا اس طرف توجہ نہ کرنا ان کے اپنے اختیار اور پسند و ناپسند سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ یہ انتخاب، انتخابِ الٰہی ہے، اللہ تعالیٰ دراصل یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ میں چاہوں تو کمزوروں سے اپنے دین کا کام لے سکتا ہوں اور نہ چاہوں تو حکومت و اقتدار اور ملک و مال کے مالک اصحابِ ثروت اور خاندانی شرافت سے متصف افراد کو اس سے محروم رکھ سکتا ہوں، اگر چاہوں تو کافروں کے گھرانوں سے انبیاء پیدا کر دوں اور نہ چاہوں تو انبیاء کی اولاد کو اس نعمت سے محروم کر سکتا ہوں۔

غور کیا جائے تو اس میں بھی حکمت الٰہی کا یہ راز پنہاں نظر آتا ہے کہ کل کلاں کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ دین اسلام اسلئے پھیلا اور پھولا کہ اس کے پیچھے مال و دولت یا ملک و اقتدار کی قوت وشوکت تھی، بلکہ بتلایا گیا کہ دین و مذہب محض اللہ تعالیٰ کی حمایت ونصرت سے پھیلا کرتا ہے اور اس کی پشت پر بظاہر کوئی نہیں ہوتا۔

لہٰذا اس انتخابِ الٰہی پر جہاں دین اور علم دین سے دور، اصحابِ ثروت کو اپنی محرومی پر افسوس کرنا چاہئے، وہاں دین دار غریبوں کو بارگاہِ الٰہی میں سراپا تشکر و امتنان ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دین کے باغ کی باغبانی کے لئے منتخب فرمالیا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک اپنے اس دین کے باغ کے لئے پودے لگاتے رہیں گے، جو اس باغ کی سرسبزی و شادابی اور اس کی حفاظت وصیانت کے اعلیٰ مقصد کو پروان چڑھاتے رہیں گے، جیسا کہ ابن ماجہ میں ہے:

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ (قیامت تک) اس دین کیلئے پودے لگاتے رہیں گے اور انہیں اپنی طاعت کے کاموں میں استعمال فرماتے رہیں گے۔" (ابن ماجہ، ص: ۳)

(ج) آپ کا یہ ارشاد کہ: "علماء کے اندر سے تحقیقی کام کا ذوق ختم ہوتا چلا گیا۔" اگرچہ فی الجملہ آپ کی بات درست ہے کہ اب پہلے کا سا ذوق علماء کے اندر بھی نہیں رہا، اور جیسی محنت وجدوجہد اور خلوص و اخلاص ہونا چاہئے تھا، اب ویسا نہیں ہے، لیکن اس کا یہ معنی بھی نہیں کہ اب علماء سرے سے کام ہی نہیں کررہے، کیونکہ بحمد اللہ! اب بھی علماء حسب استعداد اور حسب ضرورت اپنی، اپنی بساط کے مطابق کام کررہے ہیں، اگر یہ علماء اپنا کام چھوڑ چکے ہوتے تو پوری دنیا کا کفر اُن کا مخالف نہ ہوتا، کیونکہ لڑائی اور جنگ وہاں ہوتی ہے جہاں کسی سے اپنے مفادات کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، جس سے واضح ہوتا ہے کہ دنیائے کفر کو مسلم علماء کی مساعی اور کاوشوں سے اپنے مفادات کو نقصان پہنچنے کا شدید اندیشہ ہے، اس کی ایک مثال افغانستان پر پہلے روس اور اس کے بعد امریکا کی یلغار ہے، اسی طرح عراق، شام، لبنان وغیرہ، اس کے علاوہ پوری دنیا میں علماء کو "دہشت گرد، مذہبی جنونی" وغیرہ کے القابات اسلئے دئے جاتے ہیں کہ علماء امت دنیائے کفر کی ہاں میں ہاں ملانے کو تیار نہیں۔

جہاں تک تحقیقی کام کا تعلق ہے، تو سو نقائص کے باوجود آج بھی علماء مختلف شکلوں اور مختلف عنوانات پر تحقیقی کام کررہے ہیں، چنانچہ ہندو پاک میں ایسی کئی ایک اکیڈمیاں اور ادارے وجود میں آچکے ہیں جو مسائل حاضرہ پر غور وفکر کرکے امت کی راہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، مثلاً: مولانا مجاہد الاسلام

قاسمی، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، مفتی ڈاکٹر عبد الواحد، مولانا مفتی نظام الدین شامزی شہید، مولانا سید نصیب علی شاہ وغیرہ ایسے کئی حضرات ہیں جنھوں نے مختلف سیمینار اور کانفرنسیں منعقد کر کے امت کو اس طرف متوجہ کیا اور جدید خطوط پر کام کرنے کی دعوت دی، اور اس سلسلہ کا جدید تحقیقی کام مختلف کتابوں کی شکل میں منظر عام پر آچکا ہے، جبکہ "مجلس مسائل حاضرہ" کے عنوان سے آپ کے کراچی میں مستقل ایک عنوان ہے، جس کے تحت علماء اہل حق باہمی مشاورت سے جدید و گھمبیر مسائل پر امت کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیتے آئے ہیں، اس کے علاوہ اگر کسی عنوان پر تحقیقی کام کی ضرورت ہے اور علماء اس سے غافل ہیں تو اس کی نشان دہی کی جائے۔

(د) آپ کے ارشاد کہ: "علماء محدود ذہن کے ہو گئے" کا اگر یہ معنی ہے کہ علماء ہر وقت دین و مذہب کی بات کرتے ہیں، اس کے علاوہ، وہ کوئی سوچ نہیں رکھتے، تو آپ کا ارشاد بالکل بجا ہے، کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ جو شخص جس عنوان پر محنت کرے گا، اس کے ذہن میں ہر وقت اسی کے تانے بانے ہوں گے، مثلاً: جیسے وکالت پڑھنے والا ہمیشہ وکالت کے بارہ میں سوچے گا، ڈاکٹر اپنی طب اور جراحت سے متعلق سوچے گا، لیکن اگر اس کا یہ معنی ہے کہ علماء جمود پسند ہیں اور مسائل حاضرہ یا بین الاقوامی امور پر نہیں سوچتے، تو آپ کا ارشاد حالات، واقعات اور مشاہدات کی رو سے بداہتاً غلط ہے، کیونکہ ایسے کسی عالم دین کا نام نہیں بتلایا جاسکتا جو حالاتِ حاضرہ یا امت کی حالت زار سے بے خبر ہو، یا اس کے لئے فکر مند نہ ہو، یا اس کے سد باب کے لئے عملاً متحرک نہ ہو، یہ دوسری بات ہے کہ کسی کی حرکت نظر آتی ہے اور کسی کی نظروں سے اوجھل ہوتی ہے۔

(ھ) جہاں تک حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ کے مکتوب کا تعلق ہے، اس میں انھوں نے مدارس کے طریقہ کار اور نصاب پر کوئی اشکال نہیں فرمایا، بلکہ انھوں نے اربابِ مدارس اور علماء کرام کو طلبہ کی ذہنی، فکری استعداد اور عملی قوت میں اضافہ اور نکھار پیدا کرنے کیلئے فرمایا ہے کہ طلبہ کو ان امور کی طرف توجہ دلائی جائے تاکہ ان سے افادہ اور استفادہ زیادہ سے زیادہ ہو سکے۔

ان کے مکتوب کی غرض یہ ہے کہ اگر ان طلبہ کی ان خطوط پر تربیت کی جائے تو وہ دوسرے میدانوں میں جانے کی بجائے مدارس، مکاتب میں تدریس کے علاوہ اصلاحِ امت کی غرض سے تبلیغی جماعتوں کے ساتھ چلنے اور نکلنے کو اپنی ضرورت سمجھیں گے، تو امت کو زیادہ نفع ہوگا۔

جبکہ موجودہ صورتِ حال یہ ہے کہ دینی مدارس سے فارغ ہونے والے ذی استعداد افراد، دوسرے

میدانوں میں کھپ جاتے ہیں، کوئی اسکول و کالج میں چلا جاتا ہے، تو کوئی فوج وعدلیہ کا رخ کرتا ہے، کوئی تجارت کو اپنا پیشہ بنالیتا ہے، تو کوئی بیرون ملک چلا جاتا ہے، یوں ہماری محنت کا پھل اور ثمرہ دوسرے لوگ کھاتے ہیں اور ہماری محنت کا ثمرہ ہمیں کم اور دوسروں کو زیادہ ملتا ہے، گویا ان کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ ہمارا خام مال اغیار کی بھٹیوں کا ایندھن نہ بنے، بلکہ ان میں کا ہر فرد مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند مولانا محمود حسن، حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا محمد الیاس کاندھلوی، مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہم اللہ تعالیٰ کا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین بن کر مدرسہ صُفّہ کے نظام کو چلانے والا بن جائے۔

برادر عزیز! یہ بھی شیطانی حربہ اور چال ہے کہ وہ طلبہ عزیز کے دلوں میں ایسے وساوس وشبہات ڈال کر دراصل انہیں اسلاف سے بدظن کرکے ان علوم سے محروم کرنا چاہتا ہے، چونکہ شیطان براہ راست تو طلبہ کو ان علوم کی تحصیل سے نہیں روک سکتا، اس لئے وہ ان علوم کو بے مقصد، لایعنی، عبث اور فضول قرار دے کر طلبہ کو ان کی تعلیم سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جن طلبہ کے دل و دماغ میں ان علوم یا کتب کی اہمیت نہیں ہوتی، وہ ان میں محنت بھی نہیں کرتے، اور وہ مسلسل ناکام ہونے کی وجہ سے غبی اور بداستعداد ہوجاتے ہیں اور رفتہ رفتہ مدارس سے ان کا جی بھر جاتا ہے، پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ دینی مدارس سے نکل کر دنیائے دنی کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں۔

شیطان جانتا ہے کہ ایک عالم اس پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے، اس لئے وہ طلبہ کو علوم نبوت سے محروم رکھنے کیلئے طرح طرح کے حربے استعمال کرتا ہے، چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ "آپ بیتی" میں اپنے زمانہ طالب علمی کے ایک سبق آموز واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"اس نابکار (حضرت شیخ الحدیثؒ) کو بزرگی کا جوش ہوا اور مغرب کے بعد حضرت گنگوہی قدس سرہ کے حجرے کے سامنے لمبی نفلوں کی نیت باندھ لی، ابا جان نے آکر ایک زور سے تھپڑ مارا اور یہ فرمایا کہ: "سبق یاد نہیں کیا جاتا۔" میرے چچا جان (حضرت مولانا محمد الیاس) رحمہ اللہ علیہ اس زمانے میں بڑی لمبی نفلیں پڑھا کرتے تھے، بعد مغرب سے عشاء کی اذان کے قریب فارغ ہوا کرتے تھے، لیکن والد صاحب کے یہاں مختصر سی نوافل کے بعد تعلیم کا سلسلہ شروع ہوجاتا۔ اس وقت تو مجھے بہت غصہ آیا، کہ خود تو پڑھی نہیں

جاتی، دوسرے کو بھی پڑھنے نہیں دیتے، مگر جلد ہی سمجھ میں آ گیا کہ بات صحیح تھی، وہ نفلیں بھی شیطانی حربہ علم سے روکنے کے واسطے تھا، اس لئے کہ جب نفلیں پڑھنے کا دور آیا، اب نفس بہانے ڈھونڈتا ہے۔" (آپ بیتی، جلد اوّل، ص: ۲۰)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت، علوم نبوت، فقہ وحدیث اور دین وشریعت کا سچا پیروکار اور اپنے اسلاف واکابر کا صحیح جانشین بنائے اور نفس وشیطان کے مکروفریب سے محفوظ فرمائے۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

•••

ہماری تبلیغی تحریک کا مقصد پورے دین کو زندہ کرنا ہے

حضرت مولانا محمد احتشام الحسن صاحب کاندھلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت اقدس (مولانا محمد الیاس صاحبؒ) دین کے محض بعض شعبوں کو نہیں بلکہ پورے دین کو دنیا میں پھیلانا چاہتے تھے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی زندگی کا پورا نقشہ سامنے لانا چاہتے تھے۔ (اسلام کا تبلیغی واصلاحی نظام ص: ۲۰۷)

مولانا محمد منظور صاحبؒ نقل فرماتے ہیں:

ایک صحبت میں فرمایا..... ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو "جمیع ماجاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" سکھانا (یعنی اسلام کے پورے علمی وعملی نظام کو وابستہ کر دینا) یہ تو ہے ہمارا اصل مقصد، رہی یہ قافلوں کی چلت پھرت اور تبلیغی گشت، سو یہ اس مقصد کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے، اور کلمہ ونماز کی تلقین وتعلیم گویا ہمارے پورے نصاب کی "الف، ب، ت" ہے۔

(ملفوظات مولانا محمد الیاسؒ ص ۳۲ ملفوظ نمبر ۲۴)

مفتی محمد شاہد، شیرکوٹ بجنور

تعصب ناسور سے بھی بدتر ہے

الحمدللہ رب العٰلمین والصلوۃ علی سید الثقلین والمرسلین اما بعد!

تعصب کے لغوی واصطلاحی معنی یہ ہیں۔ تَعَصَّبَ پٹی باندھنا تعصب سے کام لینا۔تَعَصَّبَ علیہ مقابلہ کرنا اور عصبیت دکھلانا اَلْعَصَبِیَّۃُ دھڑے بندی اَلْعَصَبِی تعصب کی وجہ سے ظلم میں قوم کی مدد کرنے والا۔

التَّعَصُّبُ دلیل ظاہر ہونے کے بعد بھی حق قبول نہ کرنا المنجد/ ۶۵۶ حق بات کی دلیل ظاہر ہوتے وقت حق قبول نہ کرنا قواعد الفقہ/ ۲۳۱ وکذا فی ردالمحتار ۱/ ۶۴۲، مشکوٰۃ/ ۴۱۸۔

رب ذوالجلال نے بڑے عمدہ پیرائے میں ایک جامع سبق انسان کو دیا ہے۔فرمایا:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (القرآن)

اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت (آدم وحوا) سے بنایا اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا (محض اس لئے کیا) تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں جن چیزوں کا ذکر ہے ان سے تمام طرح کی عصبیت کی بیخ کنی ہوجاتی ہے۔ تعصب کی کئی شاخیں ہیں، حسبی ونسبی تعصب، قبیلہ پرستی وذات برادری کی عصبیت، لسانی ووطنی عصبیت ملکی وقومی عصبیت علاقائی وقومی عصبیت۔ مالداری وکثرتِ اولاد کی وجہ سے تفاخر وتعاظم اور غیروں کو حقیر وذلیل سمجھنے کا جذبہ ان ہی تمام عوارضِ قبیحہ کی وجہ سے مؤجزن ہوتا ہے ان تمام تر خرابیوں اور بیماریوں میں سب

سے قبیح حسبی ونسبی تعصب ہے اس کے بعد قبیلہ پرستی وذات برادری کا تعصب ہے، حسب ونسب کا تعصب تو اتنا شدید تھا کہ جولوگ خود کو بزعم خود اونچا سمجھتے تھے اور جو برادریاں اپنے کو بہت اونچا و بے نظیر سمجھتی تھیں ان کی نظر میں ان کا غیر انسانیت کے مراتب حاصل کرنے کا حقدار نہیں ہوتا تھا لیکن یہ برادریاں ہندوستان میں برہمنوں وآریوں وآچاریوں کی ہوتی تھیں جن کی عبادت گاہوں میں دوسرے کو داخلہ کی اجازت نہ تھی جبکہ علی الصباح نیچ برادری کے کسی فرد کا گذر اس کے سامنے سے ہوجاتا تھا تو اس کو بدشگونی خیال کرتے تھے اور اس بیچارے کو غلیظ گالیوں سے نوازا جاتا تھا۔ افسوس یہ بیماریاں مسلمانوں میں بھی داخل ہوئیں کیوں کہ یہ مسلمان بھی تو آباواجداد کے اعتبار سے ہندی ہیں آبائی واجدادی اثر ختم نہ ہوسکا۔ یہ ذہنی تباہ کن بیماری یہیں نہیں رُکی بلکہ ان برادریوں سے جو علماء پیدا ہوئے ان کے اندر بھی یہ بیماری بوجوہِ تمام موجود تھی بلکہ تعصب وعصبیت کے یہ حضرات سرغنہ بنے ہوئے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ اس تعصب نے امامت جیسے اہم منصب کو بھی نہیں بخشا چنانچہ آج بھی کتنے شہروں میں محض زبانی وطنی وعلاقائی عصبیت کی بناء پر امام کا انتخاب ہوتا ہے خواہ وہ لیاقت وصلاحیت کے اعتبار سے کچھ بھی ہو اور دوسرا عالم خواہ جید استعداد رکھتا ہو خطابت وموعظت میں مہارت رکھتا ہو تقویٰ و پرہیزگاری میں ممتاز ہو اس کو نظر انداز کردیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں ان تمام تعصّبات خاندانی تفوق حسبی ونسبی تعلّی ذات برادری کی اونچ نیچ قومی وعلاقائی عصبیت کو عُصَبِیَّتِ جاہلیت قرار دیا اور دلچسپ بات یہ ہے کہ آیت کریمہ کا شانِ نزول دیکھیں تو اس کی بنیاد بھی یہی ہے۔ شانِ نزول کے بارے میں تین قول ہیں:

(۱) امام زہریؒ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے بنو بیاضہ قبیلہ والوں سے کہا کہ تم اپنے قبیلہ کی کسی لڑکی سے ابوہند صحابی کا نکاح کردو انھوں نے جواب دیا کہ ہم اپنی لڑکیوں کا نکاح اپنے غلاموں سے کردیں یعنی غلاموں سے نکاح کرنے کو انھوں نے اپنے لئے عار سمجھا اس واقعہ کی وجہ سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں خاص طور سے یہ آیت ابوہند کے بارے میں نازل ہوئی۔ (ابوہند پیشہ کے اعتبار سے حجام تھے) مراسیل ابوداؤد/۱۲، الجامع الاحکام للقرطبی ۸ / ۶۰۴، الصاوی ۴ / ۱۴۶

(۲) ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ قول ابن عباسؓ کا ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ثابت بن قیس کچھ اونچا سنتے تھے صحابہ کرام حضور ﷺ کی مجلس میں سبقت کرنے کے باوجود ان کیلئے جگہ دیدیا کرتے تھے تو یہ ثابت حضور ﷺ کے پہلو کے قریب بیٹھ جاتے

تھے تا کہ فرامین نبوی کو سن سکیں ایک دن یہ آئے تو ایک رکعت فجر کی ان سے فوت ہوگئی نماز سے فارغ ہوکر تمام صحابہ نے حضور ﷺ کے قریب اپنی اپنی نشست پکڑ لی اور صحابہ کرام حضور ﷺ کی مجلس میں اس طرح بیٹھا کرتے تھے کہ درمیان میں کسی کے بیٹھنے کی گنجائش نہ رہتی تھی۔ ثابت بن قیسؓ نماز سے فارغ ہوکر حضور ﷺ کی طرف آئے لوگوں کی گردن پھلانگتے ہوئے اور جگہ دو جگہ دو کہتے ہوئے، صحابہ نے ان کے لئے گنجائش دی اور یہ حضور ﷺ کے قریب پہنچ گئے مگر ان کے اور حضور ﷺ کے درمیان ایک اور صحابی تھے ان آگے کے صحابی سے ثابت نے کہا کہ جگہ دو آگے والے صحابی نے جواب دیا میں اپنی جگہ بیٹھا ہوں تم اپنی جگہ بیٹھو ثابت بن قیس غصہ کی حالت میں ان کے پیچھے بیٹھے اور کسی سے پوچھا یہ کون ہے جواب ملا کہ فلاں ہے ثابت نے ان آگے والے صحابی کو یا بن فلان کہا جس سے زمانۂ جاہلیت کی کوئی عار دِلانی مقصود تھی وہ آگے والے صحابی بہت شرمندہ ہوئے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یا بن فلانہ کہنے والا کون ہے؟ ثابت نے عرض کیا میں یا رسول اللہ حضور ﷺ نے فرمایا :ان سب کے چہروں کو دیکھو ثابت نے موجود تمام صحابہ کے چہروں کو دیکھا حضور ﷺ نے فرمایا: ثابت کیا دیکھا عرض کیا کوئی سفید ہے کوئی سرخ ہے کوئی سیاہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا دیکھو تم ان سے نہیں بڑھ سکتے مگر تقویٰ کی وجہ سے یعنی تمہارا تقویٰ اور پرہیزگاری ان سے بڑھ کر ہے تو تمہارا مقام عند اللہ اونچا ہوگا یہ دنیوی اونچ نیچ کی وقعت عند اللہ نہیں ہے۔ (الجامع الاحکام للقرطبی ۸/۵۹۲/۶۰۵، الصاوی ۴/۱۴۶)

(۳) ایک قول یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان پڑھنے کا حکم دیا حضرت بلالؓ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی تو کفار مکہ میں سے عتاب بن اسید بن ابی العاص نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے میرے والد کو یہ برا دن دیکھنے سے قبل ہی اٹھالیا۔ حارث بن ہشام نے کہا اس کالے کوے کے سوا محمد ﷺ کو کوئی مؤذن ہی نہ ملا۔ سہیل بن عمرو نے کہا اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو اس کو بدل دیں۔ ابوسفیان جو ابھی اسلام قبول نہیں کئے تھے انھوں نے کہا میں کچھ نہیں کہتا مجھے خوف ہے کہ اس کی خبر آسمان کا رب محمد ﷺ کو دیدے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کفار مکہ کی یہ شرارت انگیز خبر حضور ﷺ کو دی آپ ﷺ نے ان کو بلایا اور ان سے پوچھا کیا یہ باتیں تم سب نے کہی ہیں ان سب نے اقرار کیا۔ (تفسیر قرطبی ۸ / ۶۰۵،

الصاوی ۴/ ۱۴۶)

آیت کریمہ کے شانِ نزول میں تینوں اقوال میں کسی ایک کو متعین کرنا تو مشکل ہے البتہ اکابر نے حضرت بلال کے واقعہ کو ترجیح دی ہے شان نزول خواہ کوئی بھی ہو تینوں صورتوں میں مشترکہ طور سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل مکہ میں تعصب کی بنیادیں کتنی مضبوط تھیں محض رنگی وطنی علاقائی امتیاز کو بنیاد بنا کر کتنا سخت برا بھلا کہا گیا چنانچہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو حسب ونسب کے تفاخر مال ودولت کی کثرت، فقراء وتنگ دست کی حقارت کے جذبہ کی بناء پر زجر وتوبیخ کی کہ عظمت وفضیلت تفوق وتعلیٰ بلندی وسرفرازی کا مدار تقویٰ پر ہے چنانچہ آیت کریمہ کے اندر اعلان کر دیا آج کے بعد کوئی یہ بات نہ کہے سب کی تخلیق آدم وحواء سے ہوئی اور تمہارے درمیان قومیت وقبیلہ محض ایک دوسرے کی پہچان کیلئے ہیں۔

تعصب وتفاخر بدبختی ہے

حضرت امام ابوعیسیٰ ترمذی نے ابن عمر کی حدیث روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیا فرمایا اے لوگو آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ آدمی جو عنداللہ کریم وشریف ہے اور دوسرا آدمی وہ جو فاجر وبدبخت ہو عنداللہ ذلیل وبے وزن اور تمام انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اس کے بعد حضور ﷺ نے وہ یہی آیت شریفہ یاایہا الناس الخ پوری تلاوت فرمائی (ترمذی ۲/ ۱۶۲، مسند امام احمد بن حنبلؒ ۲/ ۵۲۴) اور ایک روایت میں واضح طور سے ان تمام تعصّبات کی سخت انداز میں بیخ کنی کرتے ہوئے سیدنا محمد عربی ﷺ نے افضلیت کا مدار بزرگی وبرتری کا مناط محض تقویٰ وپرہیزگاری کو قرار دیا۔

"ابونضر کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جو مقام منیٰ میں ایام تشریق کے درمیان میں حضور ﷺ کے خطبوں میں حاضر تھا درانحالیکہ آپ اونٹ پر سوار تھے آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو خبردار تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ (آدم) ایک ہے خبردار کسی عربی آدمی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر نہ کسی کالے وسیاہ آدمی کو کسی سرخ پر اور نہ کسی سرخ کو کسی سیاہ آدمی پر کوئی فضیلت ہے ہاں تقویٰ فضیلت کا مدار ہے پھر آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا میں نے پیغام الٰہی امت تک پہنچا دیا؟ صحابہ نے جواب دیا جی ہاں آپ نے پہنچا دیا آپ ﷺ نے فرمایا جو یہاں موجود ہے وہ اس تک پہنچا دے جو

موجود نہیں ہے"۔(روح المعانی ۸/۱۶۴ من روایت البیہقی والمردویہ، تفسیر قرطبی ۸/۶۰۵)

غور کیجئے ہادیٔ امت ﷺ نے اس مختصر پیغام کو تین مرتبہ کلمہ اُلا سے مربوط کیا جو تاکید وتنبیہ کیلئے آتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے سختی کے ساتھ بھید بھاؤ اونچ نیچ ہر طرح کی عصبیت کو ختم کر دیا۔ چنانچہ اسی طرح کی ایک روایت حضرت ابوذرؓ کی ہے آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر تم کسی سرخ وسیاہ سے بہتر نہیں ہو ہاں تقویٰ و پرہیز گاری کی وجہ سے تم ان سے بڑھ جاؤ گے، رواہ احمد مشکوٰۃ/ ۴۴۳۔

ظاہری حسن و جمال بھی فضیلت و برتری کا مدار نہیں ہے

تفسیر قرطبی میں بحوالہ طبری حضرت مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے حسب ونسب کو نہیں دیکھتے اور نہ تمہارے جسموں و مالوں کو دیکھتے ہیں لیکن تمہارے دلوں (کے حال) کو دیکھتے ہیں پس جس کا دل صالح ونیک ہو اللہ تعالیٰ اس پر مہربان ہوتے ہیں اور بلاشبہ تم سب آدم کی اولاد ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تم میں وہ ہے جو بڑا متقی ہے۔ (قرطبی ۸/۶۰۵ کذا فی مسلم بلفظ غیرہ ۲/۳۱۷)

دورِ جدید نے جہاں انسان کو بہت سی ترقیات سے لطف اندوز کیا وہیں سفلی عادتوں اور جبلی فطرتوں کو خوب برانگیختہ کیا چنانچہ مذہب اسلام نے معاشرہ کو محبت ومؤدت الفت وانسیت کے ذریعہ متحد کیا اور آج انسان بکھرا ہوا منتشر ایک دوسرے سے نالاں شکوہ کناں دیکھا جارہا ہے اور بڑی بڑی خرابی تعصب و عصبیت قومیت و برادری کے بھنور میں ایسا پھنسا ہوا ہے کہ اسے آقاء نامدار محمد عربی ﷺ نے ملت محمدیہ سے خارج کر دیا مگر مسلمان سمجھنے کیلئے تیار نہیں۔

تعصب کرنے والا امت محمدیہ سے خارج ہے

جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو عصبیت کا داعی ہو اور عصبیت کی خاطر قتال وجنگ وجدل کر رہا ہو اور جو تعصب کی خاطر قتال کرتا ہوا مر جائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم میں سے نہیں جس نے عصبیت کی دعوت دی اور ہم میں سے نہیں جس نے عصبیت کی خاطر قتال کیا اور ہم میں سے نہیں وہ جو عصبیت کی حالت میں مر گیا۔ابوداؤد، مشکوۃ/ ۴۱۸۔

یعنی جس وقت اس کا آخری وقت تھا اس وقت بھی وہ قوم و برادری کی ظالم ہونے کے باوجود مدد کر رہا

تھا اور ظلم وتعدی کو ظلم نہیں سمجھ رہا تھا قومیت و برادری پر فخر کر رہا تھا اسی حالت میں مر گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کیلئے یہ وعید بیان فرمائی ہے۔

متعصب کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی

اگر یوں کہا جائے کہ تعصب ناسور سے بھی بدتر ہے تو کوئی مبالغہ نہیں ہوگا کیونکہ ناسور جیسے امراض تو دنیوی زندگی کو تباہ و برباد کرتے ہیں بلکہ ان امراض میں مبتلا انسانوں کو ایمان والوں کو اخروی ثواب سے نوازا جائے گا اور تعصب وعصبیت سے دنیا بھی برباد اور آخرت بھی، دنیا میں بھی رسوائی اور آخرت میں بھی۔ ایک تو اس وجہ سے کہ لوگ ان کو ذلیل وحقیر سمجھتے ہیں دوسرے حضور اکرم ﷺ نے ان کو ملت بیضاء سے خارج کر دیا تیسرے دنیوی رسوائی اس طرح سے کہ مذکورہ حدیث و دیگر احادیث کے پیش نظر فقہاء نے چار طرح کے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھنے کو ناجائز لکھا ہے حالانکہ یہ تمام مسلمان ہیں: (۱) امام عادل کے خلاف اسلامی حکومت میں بغاوت کرنے والے، (۲) ڈاکو، (۳) تعصب کی وجہ سے آپس میں لڑنے والے دو گروپ اور اسی حالت میں قتل ہو جائیں، (۴) شہر میں ہتھیار وغیرہ کے ذریعہ کسی بے گناہ کے قتل کے درپے ہونے والا یا مال غصب کرنے والا اور اسی حالت میں قتل ہو جائے۔ ان بدقسمت لوگوں کو نہ غسل دیا جائے گا اور نہ نماز پڑھی جائے گی تاہم یہ حکم اسی وقت ہوگا جب کہ یہ حضرات بغاوت کرتے ہوئے، ڈاکہ ڈالتے ہوئے، تعصب کی خاطر قتال کرتے ہوئے، شہر میں ہتھیار وغیرہ کے ذریعہ کسی بے گناہ کے قتل یا مال لینے کے فراق میں قتل ہو جائیں ورنہ اگر مذکورہ افعال کے صدور سے قبل یا بعد میں موت واقع ہو تو ان کو غسل بھی دیا جائیگا اور نماز بھی پڑھی جائے گی۔ (درمختار علی ردالمحتار (شامی) ۱/ ۶۴۲-۶۴۳)

لیکن یہ حکم چونکہ شہداء کا ہے کہ ان کو غسل نہ دیا جائے تو ان لوگوں کی مشابہت بالشہداء سے احتراز کی وجہ سے ان کو غسل دیا جائے گا اور نماز نہیں پڑھی جائے گی اور اسی پر فتویٰ ہے۔ تاتارخانیہ ۱/ ۶۰۷، رد المحتار ۱/ ۶۴۳، اور ان کی نماز نہ پڑھنا اس لئے تاکہ لوگوں پر ان کی ذِلت واضح ہو جائے اور سبق حاصل کریں کہ یہ افعال قبیح اور قابل احتراز ہیں۔ شامی ۱/ ۶۴۲۔

تعصب کی وجہ سے آدمی کی ذلت وہلاکت

ایک حدیث میں اپنی قوم کی ناحق مدد کرنے والے کو اس اونٹ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو کنویں میں

گر جائے اور اس کو دم پکڑ کر کنویں سے نکالا جائے۔ ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کے دو معنی بیان کئے ہیں کہ اس ظالم نے اپنی قوم کی ناحق مدد کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا کیونکہ اس کا ارادہ نصرتِ باطلہ سے عزت و سرفرازی رفعت و بلندی تھا پس یہ گناہوں کے کنویں میں گر گیا اور اونٹ کی طرح ہلاک ہو گیا پس یہ ناحق مدد اس کے لئے ایسے ہی غیر نافع ہے جس طرح اونٹ کو کنویں سے دم پکڑ کر نکالنا۔ (۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ سیدنا محمد عربی ﷺ نے قوم کو ہلاک ہونے والے سے اونٹ کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ جو حق پر نہیں ہوتا وہ تباہ و برباد ہی ہو جاتا ہے اور اس ناحق مدد کرنے والے کو اونٹ کی پونچھ (دم) کے ساتھ تشبیہ دی کہ جس طرح اس اونٹ کو دم کے بل کھینچ کر نکالنا ہلاکت سے نہیں بچا سکتا اسی طرح اپنی ظالم قوم کی ناحق نصرت کے ذریعہ اس قوم کو ہلاکت کے اس کنویں سے نہیں بچا سکتا جس میں یہ لوگ گر گئے ہیں۔ مرقاۃ المفاتیح ۹/ ۱۲۸۔

ابن مسعودؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنی قوم کی ناحق مدد کرتا ہے وہ اس اونٹ کے مانند ہے جو کنویں میں گر گیا اور اس کی دم پکڑ کر اس کو نکالا جائے۔ ابوداؤد ۲/ ۶۹۸، مشکوۃ/ ۴۱۸۔

تعصب جسمانی و روحانی بیماریوں کا مخزن ہے

قارئین! غور کریں کہ اس وبائی مرض کا منتہی صرف یہی نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ اس کی وجہ سے دوسرے امراض بھی پیدا ہو جاتے ہیں: (۱) حقوق العباد سے آدمی چشم پوشی کرتا ہے بلکہ عمداً ادا نہیں کرتا، (۲) حسد و بغض تجسس و تنافس کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، (۳) ظلم و تعدی کا دروازہ کھلتا ہے، (۴) الزام و بہتان تراشی و افتراء پردازی کا بازار گرم ہو جاتا ہے، (۵) ایک دوسرے کو ذلیل و حقیر اور نہایت گھٹیا بنا کر پیش کرنے کی کوششیں تیز تر ہو جاتی ہیں، (۶) چھوٹے بڑے کا فرق ختم ہو کر ادب و تعظیم سلام کر جاتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ یہ تمام روحانی امراض متعدی ہو کر جسم تک ان کا نقصان پہنچتا ہے اس طرح کہ قتل و غارت گری ظلم و بربریت اپنے عروج تک پہنچتا ہے بسا اوقات نامعلوم کتنی جانیں تلف ہو کر حدیث کے بموجب دنیا و عقبیٰ کا خسران اپنے سر پر لاد کر لے جاتی ہیں۔ اس کی صدہا مثالیں تاریخ میں موجود ہیں کہ کس طرح تعصب و قبیلہ پرستی میں مبتلا اقوام پیوند خاک ہو گئیں اور آج ان کا نام لیوا کوئی نہیں۔

سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:"اور بندگی کرو اللہ تعالیٰ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں فقیروں اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں کے ساتھ بیشک اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آتا وہ جو اترانے والا اور بڑائی کرنے والا گھمنڈی ہے"۔

آیت کریمہ سے خوب واضح ہے کہ حقوق ادا کرنا فرض ہے آیت کریمہ کے علاوہ اور بھی آیات ہیں جن میں حقوق ادا کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے آیت کریمہ کی تفسیر تفصیل کی جائے یہ اس کا مقام نہیں۔ بہر حال توحید باری کے بعد حقوقِ والدین کا تذکرہ ہے اور ان کے بعد رشتہ داروں یتیموں فقیروں، مسکینوں اور پڑوسی قریبی مسلم رشتہ دار پڑوسی غیر رشتہ دار غیر مسلم قریبی، پڑوسی مسلم دور کا ہو اور ہمنشیں ہم مجلس مسافر غلام باندیوں ماتحتوں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ پڑوسی تین طرح کے ہوتے ہیں ایک پڑوسی ایسا ہوتا ہے جس کے تین حقوق ہوتے ہیں اور ایک پڑوسی ایسا ہوتا ہے جس کے دو حقوق ہوتے ہیں اور ایک پڑوسی ایسا ہوتا ہے جس کا صرف ایک حق ہوتا ہے وہ پڑوسی جس کے تین حق ہوتے ہیں وہ پڑوسی ہے جو مسلم رشتہ دار ہو اس کیلئے پڑوس کا حق قرابت و رشتہ داری کا حق و اسلام کا حق ہوتا ہے اور جس کے دو حق ہوتے ہیں وہ ہے جو پڑوسی اور مسلم ہو اس کیلئے اسلام اور پڑوس کے دو حق ہوتے ہیں اور جس کا ایک حق ہوتا ہے وہ پڑوسی ہے جو کافر ہو اس کو محض پڑوس کا حق ہوتا ہے یعنی پڑوس کی وجہ سے حسن سلوک کا مستحق ہوتا ہے۔

"حضور اکرم ﷺ نے فرمایا پڑوسی تین قسم کے ہوتے ہیں ایک پڑوسی ایسا جس کے تین حقوق ہوتے ہیں اور ایک پڑوسی ایسا جس کے دو حق ہوتے ہیں، اور ایک پڑوسی ایسا جس کا ایک حق ہوتا ہے بہر حال وہ پڑوسی جس کے تین حقوق ہوتے ہیں، تو وہ پڑوسی ہے جو مسلمان ہو قریبی ہو اس کے تین حقوق پڑوس قرابت و اسلام کی وجہ سے ہوتے ہیں اور وہ پڑوسی جس کے دو حق ہوتے ہیں تو وہ پڑوسی مسلم ہے، اس کے دو حق پڑوس و اسلام کی وجہ سے ہوتے ہیں، اور ایک حق والا پڑوسی کافر ہے، اس کا ایک حق پڑوس کی وجہ سے ہوتا ہے"۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ایک قوم کے محلہ میں بود و باش اختیار کی میرا جو سب سے قریب پڑوسی ہے وہ مجھے تکلیف دینے میں سب سے زیادہ سخت ہے حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر و عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیجا کہ جاؤ مسجدوں کے دروازوں پر

کھڑے ہوکر اعلان کرو کہ چالیس گھر پڑوسی ہوتے ہیں اور جس کا پڑوسی اس کے شرور وفتن ومظالم سے مامون نہ ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔قرطبی ۳/۱۶۶۔

(۲) تعصب وعصبیت سے پیدا ہونے والے قبیح امراض میں سے حسد وبغض وغیرہ بھی ہے جس کی قرآن وحدیث میں سخت ممانعت آئی ہے۔

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ اور (پناہ میں آیا میں) بدی سے برا چاہنے والے کی جب وہ لگے ٹوک لگانے (معارف القرآن)

وَلاَ تَجَسَّسُوا (القرآن) اور دوسروں کے عیبوں کو تلاش مت کرو۔

آدمی تجسس تبھی کرتا ہے جب وہ کسی سے حسد کرنے لگے حسد دوسرے کو برباد کرے یا نہ کرے مگر حسد کرنے والا تباہ وبرباد ضرور ہوجاتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، حسد کہتے ہیں کسی پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھ کر کڑھنا جلنا اور یہ تمنا کرنا یہ نعمت اس سے دور ہوجائے۔

حسد گناہوں میں سب سے پہلا گناہ ہے

حسد ہی سب سے پہلا گناہ ہے جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی آسمان میں سب سے پہلے ابلیس ملعون نے معصیت کی اور دنیا میں سب سے پہلے معصیت حسد کی وجہ سے قابیل نے کی ہابیل سے حسد کرکے حاسد مبغوض ملعون دھتکارا ہوا ہوتا ہے چنانچہ بعض حکماء کا قول ہے حاسد پانچ وجوہات سے خدا تعالیٰ سے مبارزت ومقابلہ کرتا ہے: (۱) حاسد اس نعمت کو ناپسند کرتا ہے جو اس کے غیر کو حاصل ہوئی (۲) دوسرے قسمت (تقسیم) خداوندی سے ناراض ہوتا ہے گویا کہتا ہے کہ یہ نعمت مجھے حاصل کیوں نہ ہوئی (۳) فعل خداوندی سے بغض وعناد رکھتا ہے (۴) اولیاء اللہ کی رسوائی کا ارادہ کرتا ہے (۵) یہ دشمن خدا ابلیس کی مدد کرتا ہے کیونکہ سب سے پہلے حسد اسی نے کیا تھا۔

بعض حکماء نے یوں کہا- کہ حاسد مجلسوں میں صرف شرمندگی ہی اٹھاتا ہے (مثلاً کسی مجلس میں کسی ایسے آدمی کی تعریف وتعظیم کی گئی جس کو یہ ناپسند کرتا ہے منع کرنے کی طاقت رکھتا ہے یا نہیں رکھتا پھر بھی اسے شرمندگی ہی اٹھانی پڑتی ہے اور فرشتوں کی لعنت وبغض اٹھاتا ہے اور خلوت وتنہائی میں محض گھبراہٹ وغم و اندوہ میں مبتلا رہتا ہے اور آخرت میں حزن وملال اور آگ کا جلنا ہی نصیب ہوگا اور اللہ تعالیٰ سے غصہ و

دوری حاصل کرے گا۔ الصاوی ۴ / ۵۰۳۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ تین چیزوں سے کوئی محفوظ نہیں رہتا: بدشگونی، بدگمانی، حسد سے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ان سے نکلنے کا راستہ کیا ہے، فرمایا جب تو بدشگونی کرے دوبارہ مت کر اور جب بدگمانی کرے اس کو ثابت مت کر اور جب حسد کرے تو ظلم مت کر۔ فتح الباری ۱۰ / ۵۹۱

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں آپس میں ایک دوسرے سے بغض مت رکھو اور ایک دوسرے سے حسد مت کرو اور ایک دوسرے سے دشمنی مت کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو کر رہو اور مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن (تین رات) سے زائد بولنا چھوڑ کر رکھے اور دنیوی ساز وسامان میں حرص بازی مت کرو۔ مسلم ۲ / ۳۱۶۔

تین دن تین رات سے زائد ترکِ کلام وقطع تعلق جائز نہیں ہے ہاں اگر اس سے گفتگو وتعلق بحال کرنے میں دین میں مفسدہ کا خوف ہو یا خود کی جان مال وغیرہ کا خطرہ ہو تو اس سے ترکِ کلام جائز ہے اور بہت سی قطع تعلقی تکلیف اختلاط وتعلق سے بہتر ہوتی ہے۔ فتح الباری ۱۰ / ۶۰۸۔

تین آدمیوں کی دعا قبول نہیں ہوتی

علماء نے تحریر فرمایا ہے کہ تین قسم کے بدبخت لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ جس کی غذا مال حرام سے ہو جو لوگوں کی غیبت میں بکثرت مبتلا رہتا ہو اور تیسرے وہ جس کے دل میں مسلمان کی خیانت اور حسد ہو۔ تفسیر قرطبی ۱۰ / ۶۰۳۔

(۶) تعصب وعصبیت کی وجہ سے انسان ایک دوسرے کو ذلیل وگھٹیا سمجھتا ہے حالانکہ حضور اکرم ﷺ نے اس کو سخت انداز میں منع فرمایا ہے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس کو چاہئے مسلمان بھائی پر ظلم نہ کرے نہ اس کی مدد کرنا چھوڑے اور نہ اس کو حقیر سمجھے اور تقویٰ تو یہاں ہوتا ہے یہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ کہا اور اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کیا مطلب یہ ہے کہ فضیلت کا مدار تو تقویٰ ہے آدمی کے برا ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو ذلیل سمجھے ہر مسلمان کا مسلمان پر حرام ہے اس کا خون بہانا (ناحق) اس کا مال (لینا یا ضائع کرنا) اور اس کی آبرو ریزی کرنا۔ مسلم ۲ / ۳۱۷۔

(۷) تعصب کی وجہ سے آدمی ایک دوسرے کی عظمت وبزرگی کو نظر انداز کر کے اس کو ذلیل وحقیر سمجھتا

ہے اور دوسرے کے سامنے اس کی ہجو کرتا ہے حالانکہ یہ تمام چیزیں معاشرہ کو تباہ و برباد کرتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا جو جوان کسی بوڑھے کی اس کی درازی عمر کی وجہ سے اکرام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر کے دراز ہونے کے وقت یعنی بوڑھاپے میں ایسا آدمی مقدر کر دیتے ہیں جو اس کا اکرام کرے گا۔ ترمذی ۴ / ۲۲، مشکوٰۃ / ۴۲۲۔

اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے اکرام میں سے ہے بوڑھے مسلمان کا اکرام کرنا اور حافظ قرآن کا اکرام کرنا جو قرآن میں غلو نہ کرتا ہو اور نہ قرآن سے دور ہو (یعنی قرآن پر عمل کرتا ہو) اور عادل بادشاہ کا اکرام کرنا۔ مشکوٰۃ / ۴۲۳۔

اپنی قوم سے محبت کرنا مذموم نہیں

یہ بات بھی قابل ملحوظ ہے کہ تعصب وہی مذموم ہے جس میں آدمی اپنی قوم کی محبت میں قوم کے ظالم ہونے کے باوجود اس کی مدد کرتا ہے ورنہ اپنی قوم اور اقرباء سے محبت کرنا ظلم کی ان سے مدافعت کرنا کوئی مذموم شئ نہیں بلکہ قابل تعریف ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے اقرباء سے ظلم کی مدافعت و دفاع کرتا ہے۔ رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ / ۴۱۸۔

اور حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا اپنی قوم سے محبت کرنا بھی تعصب و عصبیت ہی کا حصہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! (یعنی قوم سے محبت کرنا کوئی برا نہیں اور نہ یہ تعصب کہلاتا ہے بلکہ) عصبیت یہ ہے کہ آدمی اپنی قوم کی ظلم پر مدد کرے۔ رواہ احمد و ابن ماجہ، مشکوٰۃ / ۴۱۸۔

• • •

دارالافتاء والتحقیق جامعہ ہذا

آپ کے مسائل کا حل

قبلہ رخ بنے ہوئے بیت الخلاء کا استعمال، بیت المقدس کی طرف رخ کرنا

سوال: ایک بیت الخلاء کی پشت قبلہ رُخ ہے تقریباً عرصہ دس سال سے۔ اور شمالاً وجنوباً بیٹھنا دشوار ہے جگہ کی قلت کی وجہ سے۔ کیا مجبوری کی وجہ سے وہ بیت الخلاء استعمال کیا جاسکتا ہے اور اگر مجبوری نہ ہو جگہ کی قلت کی، البتہ توڑ کر دوبارہ بنانے کی دشواری ہو تو کیا حکم ہے؟ اور شمال کی طرف منہ کر کے بیٹھنا منع تو نہیں؟ کہ اس طرف قبلۂ اول ہے۔

جواب: پیشاب پاخانہ کرتے ہوئے قبلہ رخ ہونا یا قبلہ کی طرف پشت کرنا دونوں ممنوع ہیں، شمال یا جنوب کی طرف رخ کرنا چاہیے۔ جب تک بیت الخلاء کی سمت نہ بدلے اس کو استعمال کرتے ہوئے جتنا ہو سکے شمال وجنوب کی طرف مڑ کر بیٹھیں، صرف چہرہ موڑنا کافی نہیں۔

دوران نماز پاؤں کی جگہ بدلتے رہنا اور قمیض سے کھیلنا

سوال: دورانِ نماز قیام، رکوع اور سجدے کے دوران دونوں پاؤں کی جگہ بغیر کسی عذر کے بدلتے رہنا اور اسی طرح قیام میں داڑھی سے اور رکوع میں قمیض کے گھیرے سے کھیلتے رہنا کیسا ہے؟ ایسے لوگوں کو اصلاح کی نیت سے منع کرنا یا سمجھانا چاہیے یا نہیں؟ کیونکہ اکثر لوگ سیکھنے کی بجائے کہتے ہیں ہم پر تنقید نہ کریں۔

جواب: نماز کے دوران ایسی حرکت کرنا مکروہ ہے۔ اگر سمجھا دیں تو اصل یہی ہے اور اگر فائدے کی امید نہ ہو پھر بھی سمجھائیں تو اچھا ہے اور اگر نہ سمجھائیں تو اس کی گنجائش ہے۔

نوافل اور سنتیں گھر میں پڑھنا

فرض نمازوں سے ماقبل و مابعد جو سنتیں اور نوافل ہیں کیا ان کو آدمی گھر میں ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ آدمی فرائض تو مسجد میں ادا کر رہا ہو۔

جواب: نوافل اور سنن کو گھر میں ادا کرنا جائز ہے بلکہ اگر اہتمام اور خشوع میں خلل کا اندیشہ نہ ہو تو گھر میں پڑھنا افضل ہے، لیکن موجودہ زمانہ میں اکثر ایسے ہوتا ہے کہ گھر گئے تو اور مشاغل میں لگ جاتے ہیں پھر یا تو سنن وغیرہ کی ادائیگی میں تاخیر ہوتی ہے یا بالکل فوت ہو جاتی ہیں، اس لیے بہتر یہ ہے کہ سنن و نوافل مسجد ہی میں ادا کی جائیں۔

ادارے سے بچہ لینا

سوال: ہماری شادی کو چھ سال ہو گئے مگر اولاد کی ابھی کوئی امید نہیں، رشتہ داروں میں بھی کوئی بچہ نہیں جو لے کر پال سکیں، ایک بہن اور ایک سالی ہے ان کے بھی اولاد نہیں۔ ہم کسی ادارے سے لڑکا لینا چاہتے ہیں، اس کو پالنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں کسی ادارے سے بچہ لینا جائز ہے لیکن بچے کے ساتھ رشتہ والدین کا نہیں ہوگا، سرپرست کا ہوگا اور دوسرے وارثوں کے ہوتے ہوئے ان میں میراث بھی نہ چلے گی، جب بچہ یا بچی بالغ ہو جائے تو عورت بچے کے سامنے بڑی چادر اوڑھ لیا کرے اور اگر بچی ہو تو وہ بھی اپنے سرپرست کے سامنے بڑی چادر لے لیا کرے، چہرے کو ڈھانپنا لازم نہیں ہے الا یہ کہ فتنے کا اندیشہ ہو۔

(نوٹ) البتہ ایسے بچے کو اگر کسی ایسی عورت کا دودھ پلا دیا جائے کہ جس کی وجہ سے وہ بچہ شوہر یا بیوی کا محرم بن جائے تو پھر پردے کا مسئلہ بھی نہ رہے گا۔

مسجد کی ضرورت سے زائد چیزوں کا حکم

سوال: مسجد کی ضرورت سے زائد چیزیں جو کہ استعمال کے قابل ہوں وہ کسی دوسری مسجد میں استعمال کے لیے دی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اور کیا ان زائد اشیاء کو بیچنا اور پیسوں کو اسی مسجد میں صرف کرنا ٹھیک ہے یا نہیں؟

جبکہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مسجد کی چیز نہ بیچی جاسکتی ہے اور نہ ہی دوسری مسجد میں دی جاسکتی ہے۔ اگر یہ نہ تو بیچی جاسکتی ہیں اور نہ دوسری مسجد میں دی جاسکتی ہیں تو ان چیزوں کا کیا کیا جائے؟ کیونکہ یا تو ان

چیزوں کی جگہ میں اور چیزیں آچکی ہیں یا وہ چیزیں بالکل ناکارہ ہیں۔

جواب: 1۔ایک مسجد کی ضرورت سے زائد چیزوں میں اگر توقع ہو کہ آئندہ ان کے استعمال کی ضرورت نہیں پڑے گی تو ان کو دوسری مسجد میں استعمال کے لیے دیا جا سکتا ہے۔

انعامی بانڈ کے ذریعے اپنے سرمایہ کو White (سفید) بنانا

سوال: جب ہم کوئی جائیداد وغیرہ خریدتے ہیں تو ہمیں حکومت کو اس سرمایہ کا ثبوت دینا پڑتا ہے کہ یہ سرمایہ کہاں سے آیا ہے؟ چونکہ ہمارا اصل سرمایہ حکومت سے مخفی ہوتا ہے لہذا اس Black money کو مختلف طریقوں سے ثابت کیا جاتا ہے، ان میں سے ایک طریقہ انعامی بانڈ ہے، مثلاً مجھے ایک مکان/ پلاٹ وغیرہ خریدنا ہے، ہوتا یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک ہزار کا انعامی بانڈ رکھا ہوا ہے، اس پر ایک لاکھ کا انعام نکل آیا ہے، اب وہ سٹیٹ بنک میں اگر جمع کروادے تو وہ دس ہزار روپے ٹیکس کاٹ کر 90 ہزار روپے اس شخص کو دے دیتے ہیں، لیکن وہ ایسا نہیں کرتا بلکہ بازار میں بانڈ ڈیلر کو فروخت کر دیتا ہے۔

اب وہ شخص جس نے اپنا سرمایہ حکومت کو ثابت کرنا ہے وہ یہ بانڈ خرید لیتا ہے اور اس پر کچھ اضافی قیمت بھی دیتا ہے مثلاً وہ شخص جس کا انعام نکلا ہے، اگر خود اپنے نام سے جمع کروائے تو ٹیکس وغیرہ کی کٹوتی کے بعد اسے 90 ہزار روپے ملتے ہیں، لیکن وہی بانڈ اس کا بازار میں 95 ہزار کا فروخت ہو جاتا ہے۔اب وہ شخص جو اس بانڈ کو 95 ہزار روپے کا خرید لیتا ہے وہ اپنے نام سے جمع کرواتا ہے، اسے بنک سے 90 ہزار مل جاتے ہیں اور ساتھ ہی یہ ثبوت بھی مل جاتا ہے کہ 90 ہزار روپے اس کا انعام نکلا ہے۔

کیا اپنے سرمائے کو White کرنے کے لیے یہ حیلہ کرنا صحیح ہے؟ بانڈ کے لینے دینے، اس کے انعام کو ہم غلط سمجھتے ہیں اور ہمارا کوئی تعلق نہیں، صرف حیلہ کے طور پر استعمال کرنا چاہتے ہیں۔اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

جواب: انعامی بانڈ کے ذریعے اپنے سرمایہ کو سفید یعنی شفاف بنانا جائز نہیں، کیونکہ اس میں جوا بھی ہے اور سود بھی ہے۔سود اس طرح سے ہے کہ ایک ہزار کے بانڈ پر حکومت 90 ہزار دیتی ہے اور جوا اس طرح سے ہے کہ کچھ پتہ نہیں کہ انعام کس کو ملے گا۔اور اگر کسی ڈیلر کو دے تو ایک ہزار کے بانڈ کے 95 ہزار روپے ملتے ہیں، یہ بھی سود ہے، اسی طرح ہر مرحلے پر سود ہے۔

پراپرٹی ڈیلر کے لیے کمیشن لینے کی صورت

سوال: پلاٹ یا گھر یا دکان خریدنے اور فروخت کرنے والے دونوں افراد درمیانی خرید وفروخت میں واسطہ بننے والے شخص کو معاوضہ (کمیشن) ایک یا دو فیصد ادا کرتے ہیں اور اس کی خبر ان سب افراد کو ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب: اگر وہ آدمی صرف مالک اور گاہک کو ملاتا ہے پھر سودا مالک اور گاہک آپس میں کرتے ہیں، تو اس صورت میں اگر دونوں سے اجرت لینے کا رواج ہو تو یہ آدمی دونوں سے اجرت لے سکتا ہے، لیکن اگر وہ مالک کا نمائندہ بن کر خود گاہک سے سودا کرتا ہے تو وہ صرف مالک سے کمیشن لے سکتا ہے، گاہک سے نہیں لے سکتا۔

سودی بینکوں کو جگہ کرایہ پر دینا

سوال: نیشنل بینک یا زرعی بینک کو دکانیں یا زمین کرائے پر دینا کیسا ہے؟

جواب: سودی معاملات کرنے والے بینکوں کو جگہ کرائے پر دینے سے ان کے ساتھ تعاون ہے۔ اس لئے احتیاط کیجئے۔ ضرورت ہو تو اسلامی بینک کو دیدیں۔

مروجہ گروی کی شرعی حیثیت

سوال: میرا ایک مکان تقریباً ڈھائی مرلہ کا ہے اور ڈبل سٹوری بنا ہوا ہے، اس کو اگر گروی پر دیتا ہوں تو 5 لاکھ روپے وصول ہو سکتے ہیں۔ اس کی کیا شرائط ہیں اور کیا جائز صورت ہو سکتی ہے؟ کیونکہ میں تین لاکھ کا مقروض ہوں، قرض ادا کرنا چاہتا ہوں اور بچوں کی پڑھائی کے لیے دو لاکھ کی رقم کی مزید ضرورت ہے۔

جواب: مذکورہ صورت میں مکان گروی پر دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ مالک مکان نے جو یکمشت رقم وصول کی ہے اس کی حیثیت قرض کی ہے، اس قرض کے مقابلے میں وہ قرض خواہ کو اپنا مکان مفت رہائش کے لیے دیتا ہے جو کہ سود ہے۔

اس کی جائز صورت یہ ہے کہ گروی کی بجائے طویل مدت کا مثلاً تین سال کا یا پانچ سال کا کرایہ پیشگی وصول کر لیا جائے۔ اس صورت میں کرائے میں کمی کی جا سکتی ہے۔

• • •

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

اعمالِ قرآنی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے قرآن مجید میں بیان کی گئی انبیاء کرام کی دعاؤں، پریشانیوں کے حل کے لئے قرآنی وظائف اور ہمہ اقسام روحانی وجسمانی امراض سے شفایابی کے لئے کلام اللہ میں بیان کئے گئے نسخہ جات کو یکجا کر کے ایک کتاب "اعمال قرآنی" کے نام سے مرتب کی تھی جس میں مصیبت زدہ عوام اور پریشان حال افراد کے دکھوں اور مصیبتوں کا قرآن مجید کی روشنی میں حل موجود ہے۔ آپ بھی کامل یقین کے ساتھ ان پر عمل کر کے اپنی پریشانیوں سے چھٹکارا پا سکتے ہیں۔

دفعِ مصیبت:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ O

خاصیت: اس میں اسم اعظم مخفی ہے، جس مصیبت و بلا میں پڑھے ان شاء اللہ تعالیٰ فائدہ اٹھائے گا۔

برائے اولاد:

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ O

خاصیت: جس کو اولاد سے مایوسی ہو نماز کے بعد تین مرتبہ پڑھا کرے، ان شاء اللہ تعالیٰ صاحبِ اولاد ہو جائے گا۔ یہ دعا حضرت زکریا علیہ السلام کی ہے۔

شیطانی وسوسہ سے حفاظت:

رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ O

خاصیت: جس کے دل میں وسوسے شیطانی بہت پیدا ہوتے ہوں وہ اس کو بکثرت پڑھا کرے، ان شاء اللہ تعالیٰ ان وسوسوں سے محفوظ رہے گا۔

• • •

پروفیسر عبدالمتین

علماء دیوبند کی علمی خدمات

(قسط نمبر 3)

علماء دیوبند اور علم حدیث

41: شرح مشکوٰۃ مولانا موسیٰ خان روحانی بازیؒ

42: فضل الباری فی فقہ البخاری مولانا عبدالرؤف ہزارویؒ تلمیذ حضرت کشمیریؒ

43: ترجمان السنۃ مولانا سید بدر عالم 44: معارف الحدیث مولانا منظور نعمانی

45: حاشیہ سنن النسائی مولانا اشفاق کاندھلوی۔ یہ ایک عظیم علمی حاشیہ ہے۔

46: حاشیہ سنن ابوداود ایضاً 47: علم الحدیث ایضاً

48: مِصباحُ الطحاوی مولانا اسعد اللہ مظاہر العلوم سہارنپور

49: منحۃ الحدیث فی شرح الفیۃ الحدیث مولانا ادریس کاندھلویؒ

50: تراجم الاحبار من رجال معانی الاثار، مولانا سید محمد ایوب سہارنپوری

51: حاشیہ طحاوی شریف، عربی، ایضاً 52: مقدمۃ الحدیث ایضاً

53: شرح شمائل ترمذی مولانا اشفاق الرحمن کاندھلویؒ

54: اِعلاءُ السُّنن، 22 جلدوں میں، رأس المحدثین وعمدۃ المحققین مولانا ظفر احمد عثمانی یہ عظیم علمی خدمت حضرت حکیم الأمۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے شروع کی اور پھر حضرت کے حکم سے اس کی تکمیل مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے کی، اور اس عظیم علمی کارنامے کا اصل سبب یہ تھا کہ ہندوستان میں جب نام نہاد اہل حدیث فرقہ مذہب احناف کی مخالفت کے لیے پیدا کیا گیا، تو اس نومولود فرقہ نے رات دن ایک کر کے مذہب احناف کے خلاف کام شروع کیا، اور بڑے زور وشور سے یہ تبلیغ شروع کردی کہ مذہب احناف

قرآن وسنت کے خلاف ہے اور رائے کے اوپر مبنی ہے، لہٰذا ان لوگوں کے اس کذب وفریب کا پردہ چاک کرنے کیلئے اعلاء السنن جیسی عظیم علمی کارنامہ سرانجام دیا گیا، اعلاء السُنن فقہی ابواب پر مشتمل ہے، کتابُ الطہارت سے لے کر کتابُ الفرائض تک، احناف کے تمام مسائل واقوال کو دلائل سے ثابت کیا گیا ہے اور اس کتاب میں دلائل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب احناف تمام مسائل میں دلائل کے اعتبار سے سب سے قوی ترین مذہب ہے، لہٰذا اِس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد، مذہب احناف پر اعتراض کرنے والوں کی زبانیں گنگ ہوگئیں اور ان شاء اللہ قیامت تک دلائل کی روشنی مذہب احناف کو کوئی قرآن وسنت کے خلاف نہیں کہہ سکے گا، باقی چند لوگ اگر فقہ حنفی کے خلاف گل افشانی کریں تو اہل علم کے نزدیک ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

یہ ان اکابر کا علم حدیث میں علمی آثر کا مختصر سا جائزہ ہے، اور جن کتابوں کا تذکرہ رہ گیا وہ بھی بہت زیادہ ہیں اور پھر علم حدیث کی ان کتب پر اُن علمی وتحقیقی رسائل کا بھی مزید اضافہ کرلیا جائے، جو حدیث کے ابحاث سے مزین ہیں، مثلا، ایضاح الأدلۃ، أوثق العری أحسن القری، القطوف الدانیۃ، اسراء النجیح، المصابیح فصل الخطاب، کشف الستر، نیل الفرقدین، الخ اس کے علاوہ بے شمار رسائل احادیث وفقہ کے مختلف موضوعات پر ان اکابر نے تالیف کیے، جن کے صرف نام جمع کرنے کے لیے بھی ایک مستقل کتاب درکار ہے۔

علماء دیوبند اور علم فتاویٰ:

1: علماء دیوبند میں سے صرف ایک عالم مولانا الشیخ مفتی عزیز الرحمن دیوبندی نے مختلف سوالات کے جوابات میں، 50 پچاس ہزار فتاوی صادر فرمائے جو عزیز الفتاوی کے نام سے شائع ہیں۔

2: حکیم الأمت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی کے فتاوی امدادیہ، امدادُ المُفتیین، کے نام سے 6 ضخیم جلدوں میں ہیں۔

3: فتاوی رشیدیہ، حضرت ال إمام رشید أحمد گنگوہیؒ (3 حصوں میں)

4: فتاوی دارالعلوم دیوبند، مفتی محمد شفیع عثمانی

5: فتاوی مظاہر علوم

6: کفایتُ المفتی؛ مفتی کفایت اللہ

7: فتاویٰ رحیمیہ؛ مولانا عبدالرحیم لاجپوری

8: احسن الفتاویٰ؛ مفتی رشید احمد لدھیانویؒ
9: نظام الفتاویٰ؛ مفتی نظام الدین شامزئیؒ
10: خیر الفتاوی؛ مولانا خیر محمد جالندھریؒ
11: فتاویٰ محمودیہ، مفتی محمود گنگوہی رحمہ اللہ
12: فتاویٰ عثمانیؒ
13: فتاوی شیخ الاسلامؒ
14: فتاویٰ مفتی محمودؒ
15: فتاویٰ بینات
16: فتاویٰ حقانیہؒ
17: فتاویٰ احیاء العلوم
18: فتاویٰ عبدالحیؒ
19: فتاویٰ خلیلیہؒ
20: جامع الفتاوی:

21: آپ کے مسائل اور ان کا حل، از مولانا یوسف لدھیانوی شہید تمام مسائل ضروریہ پر مشتمل ایک مستند اور کامل وشامل مجموعہ ہے، ہر عام وخاص مسلمان کے گھر میں اس کتاب کا ہونا بہت ضروری ہے۔

یہ علماء دیوبند کا میدان فتاویٰ میں علمی خدمات کا ایک مختصر جائزہ تھا، پورا احاطہ اس میدان میں بھی ہمارے بس سے باہر ہے، پھر ان فتاویٰ کے ضمن میں اکثر ایسے مقالات ورسائل بھی لکھے گئے، جو مقالات ومضامین اپنی جگہ کافی تحقیقی اور اہل علم کے لیے مفید ہیں اور ان مقالات کی جمع، ترتیب، نشاندہی، اپنی جگہ ایک محنت طلب کام ہے۔ (جاری ہے)

عبدالودود ربانی

جامعہ کے شب و روز

☆ الحمد للہ جامعہ دارالتقویٰ اور اس سے ملحق تمام شاخیں سالانہ تعطیلات کے بعد کھل چکی ہیں۔بنین و بنات کی تمام شاخوں میں تمام درجات میں نئے داخلے شروع ہو چکے ہیں جو 20 شوال تک جاری رہیں گے۔خواہش مند طلباء و طالبات جلد از جلد اپنی قریبی شاخ یا مرکزی شاخ سے رابطہ کریں۔

☆ جامعہ اور اس سے ملحق تمام شاخوں میں تعلیمی سلسلے کا آغاز 13 شوال بمطابق 27 جون بروز بدھ سے ہو چکا ہے۔

☆ بنین کے نتائج کی سالانہ تقریب 17 شوال بمطابق یکم جولائی 2018 بروز اتوار کو چوبرجی میں ہوگی۔

☆ اسکول کالجز و گھریلو خواتین کی لازمی دینی ضرورت کو پورا کرنے کی غرض سے جامعہ فاطمۃ الزہراء کی ہر شاخ میں 40 روزہ سمر کیمپ کا دوسرا مرحلہ شروع کیا جا رہا ہے جو 30 جون سے شروع ہو کر 14 اگست تک جاری رہے گا،خواہش مند طالبات و خواتین اپنی قریبی برانچ سے فوری رابطہ کر کے رجسٹریشن کروائیں۔

☆ جامعہ کے زیر اہتمام لاہور،شیخوپورہ اور قصور شہر کے مختلف مقامات پر حج تربیتی پروگرامز منعقد کئے جا رہے ہیں۔مبارک سفر پر جانے والے خواتین و حضرات ان تربیتی پروگرامز میں شرکت کر کے مناسکِ حج کی تربیت لے سکتے ہیں۔

☆التقویٰ بوائز ہائی اسکول کا دفتر دورانِ تعطیلات مندرجہ ذیل اوقاتِ کار کے مطابق کھلا رہے گا۔ طلبہ و سرپرست حضرات ہر قسم کی معلومات کے لئے رابطہ کر سکتے ہیں۔ (صبح 8 بجے تا دوپہر 12 بجے)

• • •

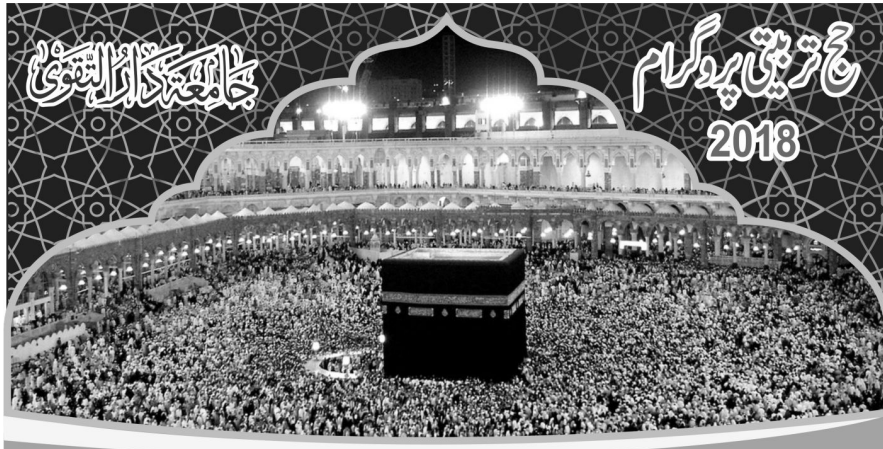

8 جولائی بروز اتوار	صبح 10 تا 4 بجے جامع مسجد الہلال، چوبرجی پارک، لاہور 0321-7771130 , 042-37414665	22 جولائی بروز اتوار صبح 10.30 تا 1 بجے مدرسہ فاطمۃ الزہرا للبنات 70۔سول لائن، انور روڈ بزدنی سکول، شیخوپورہ فون: 056-3780166
15 جولائی بروز اتوار	صبح 10 تا 4 بجے مدرسہ فاطمۃ الزہرا للبنات بالمقابل ٹیلیفون ایکسچینج نزد بلدیہ چوک قصور فون: 049-2772786	22 جولائی بروز اتوار صبح 10.30 تا 1 بجے مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات مکان نمبر 471 ایون کالج متصل دارالسلام مسجد لاہور کینٹ 0321-8887863
15 جولائی بروز اتوار	صبح 10 تا 4 بجے جامع مسجد الہلال، چوبرجی پارک، لاہور 0321-7771130 , 042-37414665	29 جولائی بروز اتوار ظہر تا عصر مدرسہ فاطمۃ الزہرا للبنات A-15 از میرٹاؤن ملتان روڈ لاہور 042-35961794

اعلان داخلہ

جامعہ دارالتقویٰ لاہور

کے تمام شعبہ جات میں 10 شوال تا 20 شوال تک جاری رہیں گے

شعبہ جات

حفظ | درس نظامی بنین/ بنات | تخصص | سکول

شعبہ بنین

(شاخ نمبر1) مدرسہ سیدنا علیؓ — متصل جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک، ملتان روڈ، لاہور فون : 042-37414665

(شاخ نمبر2) مدرسہ سیدنا علیؓ — متصل مسجد ابراہیم آخری سٹاپ میٹروبس فیروز پور روڈ، لاہور فون: 042-36148109

(شاخ نمبر3) مدرسہ سیدنا علیؓ — موڑ فرخ آباد، نزد PSO پٹرول پمپ شاہدرہ، لاہور فون :042-37902200

شعبہ بنات

مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات 242-ایچ بلاک، نزد زبیر مسجد گلشن راوی لاہور	042-37419993
مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات 212-احمد بلاک، گارڈن ٹاؤن لاہور	04235838794
مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات 26 بدر بلاک اقبال ٹاؤن لاہور	042-37814488
مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات PAF کالونی گیٹ نمبر5 D-272 بلاک لین نمبر2 ضرار شہید روڈ	042-36666444
مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات موڑ فرخ آباد، نزد PSO پٹرول پمپ شاہدرہ لاہور	042-37940830
مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات 70- سول لائن، انور روڈ، نزد سٹی سکول، شیخوپورہ	056-3780166
مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات A-15 از میر ٹاؤن، ملتان روڈ لاہور	042-35961794
مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات 15-21 ایکڑ سکیم نزد بین مارکیٹ سٹاپ بالمقابل گورنمنٹ گرلز ہائیر سیکنڈری سکول سمن آباد	042-37583531
مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات مکان نمبر471 متصل مسجد دارالسلام، ایڈن کاٹیج، لاہور کینٹ	042-36675152
مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات نزد بلدیہ چوک بالمقابل ٹیلی فون ایکسچینج قصور	049-2772786
مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات عزیز آباد چترا ڈونگا گلیات روڈ، مری	فون:03244970533

منجانب اہل شوریٰ

مولانا اویس احمد صاحب — مولانا محمد عثمان صاحب — مولانا عامر رشید صاحب — مولانا جمیل الرحمٰن صاحب

برائے رابطہ: جامع مسجد الہلال، چوبرجی پارک، ملتان روڈ، لاہور فون 042-37414665

دارالافتاء 042-37415559

جامعہ دارالتقویٰ لاہور کے زیر اہتمام

سکول وکالج کی طالبات کے لیے گرمیوں کی چھٹیوں میں ایک مفید کورس

سمر کیمپ

نمایاں خصوصیات

- قرآن کریم ترجمہ وتفسیر کے ساتھ
- قرآن کریم تجوید کے ساتھ پڑھنے کی عملی مشق
- مسنون دعائیں ❖ اصلاح عقائد ونظریات
- روزمرہ پیش آنے والے مسائل کا شرعی حل
- عربی بول چال اور تحریر کی عملی مشق

اس کے علاوہ اصلاحی وتربیتی بیانات اور بہت سے مفید دینی وتعلیمی سلسلے

مقامات کورس برائے طالبات

مدرسہ فاطمۃ الزہراءؓ للبنات

(شاخ نمبر1) 242-ایچ بلاک، نزد زبیر مسجد گلشن راوی لاہور	042-37419993
(شاخ نمبر2) 212-احمد بلاک، گارڈن ٹاؤن لاہور	04235838794
(شاخ نمبر3) 26 بدر بلاک اقبال ٹاؤن لاہور	042-37814488
(شاخ نمبر4) PAF کالونی گیٹ نمبر D-272-5 بلاک لین نمبر2 ضرار شہید روڈ کینٹ لاہور	04236666444
(شاخ نمبر5) موڑ فرخ آباد، نزد PSO پٹرول پمپ شاہدرہ لاہور	042-37940830
(شاخ نمبر6) 70-سول لائن، انور روڈ، نزد سٹی سکول، شیخوپورہ فون	056-3780166
(شاخ نمبر7) A-15 ازمیر ٹاؤن، ملتان روڈ لاہور	042-35961794
(شاخ نمبر8) 15_21 انکیز کیمپس مین مارکیٹ سٹاپ بلمقابل گورنمنٹ گرلز ہائیر سیکنڈری سکول سن آباد	042-37583531
(شاخ نمبر9) عزیز آباد چترا ڈونگا گلیات روڈ، مری	03244970533
(شاخ نمبر10) مکان نمبر471 متصل مسجد دارالسلام، ایڈن کاٹیج، لاہور کینٹ	042-36675152
(شاخ نمبر11) نزد بلدیہ چوک بالمقابل ٹیلی فون ایکسچینج قصور	049-2772786

مدت کورس
30 جون تا 14 اگست

وقت
روزانہ 8 بجے صبح سے 2 بجے تک

عالمہ بننے کی خواہشمند طالبات کیلئے یہ کورس مضبوط بنیاد فراہم کرنے میں بہت مفید ثابت ہوا ہے

داخلے جاری ہیں

مزید تفصیلات کیلئے دفتر سے رجوع کریں

مرکزی دفتر: متصل جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور 0423-7414665